Title - FIN INSHA PARDAAZI

Creator - Sayyed Mohi uddin Qadri Zor.

Publisher - Azam Steam Press (Hyderabad).

Date - 1935

Pages - 112.

Subjects - Fin Insha; Fin Insha Pardaazi

Insha Nigari.

فنِ انشا پردازی

یعنی

اُردو انشا پردازی و تصنیف و تالیف میں کامیابی حاصل کرنے کے

ابتدائی اصول اور عملی طریقے

از

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زورؔ، ام اے، پی ایچ ڈی (لندن)
پروفیسر ادبیات اردو جامعہ عثمانیہ

۱۳۵۳ھ — مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن — ۱۹۳۵ء

مصنف کی دوسری کتابیں

اردو کے اسالیب بیان

اردو شہ پارے

روحِ تنقید

تنقیدی مقالات

عہد عثمانی میں اردو کی ترقی

محمود غزنوی کی بزم ادب

تین شاعر

ہندستانی لسانیات

ہندستانی صوتیات

طلسم تقدیر

تازیانہ

گلزار ابراہیم

گارساں دتاسی

دیوان زادہ حاتم

فہرست

دیباچہ

(۱)
کیوں لکھیں

(۲)
کیا لکھیں

(۳)
کس طرح لکھیں

(۸)

ظرافت نگاری

(صفحات ۴۵ - ۴۸)

اردو ادب میں ضرورت۔ اردو کے ظرافت نگار۔ پامال مزاحیہ فقروں اور خیالات سے پرہیز۔ اسلوب کی بے تکلفی۔ مزاحیہ تحریروں کا مطالعہ۔ رشید احمد کے مضامین۔ ظریفانہ افسانے۔

(۹)

موقتی مضامین اور افسانے

(صفحات ۴۹ - ۵۲)

موسمی تحفے۔ اوائل سال کے موضوع اور ان کے لئے مواد۔ قبل از وقت تیاری۔ موقتی افسانے۔ رسائل کی خاص اشاعتیں۔

(۱۰)

عورتیں اور انشا پردازی

(صفحات ۵۳ - ۵۵)

اردو داں عورتوں کی تحریریں۔ یورپی رسائل میں صنف نازک کا حصہ۔ عورتوں کیلئے عام موضوع۔ علمی یا فنی مسائل۔

(۱۱)

بچوں کے لئے لکھنا

(صفحات ۵۶-۵۸)

اردو کا موجودہ ذخیرہ۔ پریوں اور بھوتوں کے قصے۔ مساوات کا لحاظ۔ پند و نصیحت سے اجتناب۔

(۱۲)
افسانوں کے خاکے

روزناموں کی خبریں۔ خاکوں کی افراط۔ دو نمونے۔ دوسری زبانوں کے فسانوں کا مطالعہ۔ عشقیہ قصے۔ پامال خاکے۔

(۱۳)
افسانہ لکھنا

جذبات یا تیور کی ترجمانی۔ خلاصہ قلمبند کرنا۔ وسط قصہ۔ خاتمہ۔ مکالمہ۔ مثالیں۔

(۱۴)
اپنے کام پر تنقید

مسودہ پر چند دنوں کے بعد نظر ثانی۔ مضمونوں کے لئے تنقیدی سوالات۔ افسانوں کے لئے تنقیدی سوالات۔

(۱۵)
کیا نہ لکھیں

پند و موعظت۔ سیاسی، قومی، مذہبی، اور معاشی مباحث۔ افسانوں میں آغازی جملے۔ الم ناک مناظر۔ پامال اجزا۔

(۱۶)

کن امور کا خیال رکھیں

(صفحات ۸۱ - ۸۶)

(۱۷)

اشاعت کے راز

(صفحات ۸۷ - ۸۹)

(۱۸)

مسودہ کی تشکیل اور مراسلت

(صفحات ۹۰ - ۹۱)

(۱۹)

کتاب لکھنا

(صفحات ۹۳ - ۹۸)

(۲۰)
کامیابی
(صفحات ۹۹ - ۱۰۵)

عمل پیہم۔ پست ہمتی۔ استقلال۔ ناکامیوں سے فائدہ اٹھانا۔ اردو میں موضوعوں کے انتخاب میں آزادی۔ محتاط رہنا۔ غیبی الہاموں کا خیال۔ لکھنے کا وقت۔ روز کا اوسط کام رشک وحسد۔ اپنے کام سے محظوظ ہونا۔

(۲۱)
مضمونوں اور افسانوں کیلئے عنوانات
(صفحات ۱۰۶ - ۱۱۲)

ایسے چار سو عنوانات جو انشاپردازی کا آغاز کرنے والوں کے لئے دلچسپ مضمونوں یا افسانوں وغیرہ کے موضوع ثابت ہو سکتے ہیں۔

اشاریہ
(صفحات ۱۱۳-۱۱۵)

دیباچہ

یہ چھوٹی سی کتاب اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ نوجوانوں میں صحیح ادبی ذوق نشوونما پائے، اور وہ انشاپردازی اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ سے اپنی زبان کی سچی خدمت کرنے، اور اس سے لطف اندوز اور متمتع ہونے میں کامیاب ہوسکیں۔

مصنف کو اپنے زمانۂ طالب علمی ہی سے اس قسم کی کتاب کی ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے، اور گذشتہ دس سال کے عرصہ میں مضمون نگاری اور تصنیف وتالیف کے علاوہ متعدد رسالوں (مثلاً تحفہ، ارتقا، مجلہ عثمانیہ، مجلہ مکتبہ، دی حیدرآباد میگزین، سالنامۂ بزم اردو، سالنامۂ سٹی کالج وغیرہ) کی تنظیم، ترتیب، اور نگرانی وغیرہ کے سلسلہ میں اس کا یہ احساس اور شدید ہوتا گیا کیونکہ اس نے معلوم کیا کہ اکثر نوجوان اپنی زبان اور ادب کے پُرخلوص ذوق سے بہرہ ور ہوتے ہیں، اور اس کی خدمت کے لئے ہر طرح سے تیار رہنے کے باوجود آخرکار یا تو پست ہمت ہوکر کام چھوڑ بیٹھتے ہیں یا غلط راستہ پر پڑکر گمراہ ہوجاتے ہیں۔ اسکے کئی اسباب ہوسکتے ہیں، مگر سب سے پہلا اور اہم سبب یہی ہے کہ وہ انشاپردازی اور تصنیف وتالیف میں ترقی حاصل کرنے اور اس سے لطف اندوز یا متمتع ہونے کے اکثر طریقوں سے ناواقف رہتے ہیں۔

قیام یورپ کے زمانہ میں اپنے متعلمانہ تجسس اور ذاتی شوق کی بناء پر مصنف نے انشاپردازی اور تصنیف وتالیف سے متعلق کئی انگریزی اور فرانسیسی کتابوں اور رسائل کا مطالعہ کیا اور کچھ عرصہ کیلئے

فن صحافت کے درس بھی حاصل کئے۔ چنانچہ اسی زمانہ میں انشاپردازی سے متعلق چند مضامین لکھے جو بعد کو سالنامۂ رہبر دکن، رسالہ ہمجولی، اور مجلہ عثمانیہ وغیرہ میں شایع ہوئے۔ پھر کلیہ جامعہ عثمانیہ میں گذشتہ چار پانچ سال سے طلبۂ اردو کے مضامین اور تصنیفات کے مطالعہ اور نگرانی و اصلاح کے کام اور سلسلۂ ادبیات اردو کی ادارتِ عمومی کے ضمن میں معلوم کیا کہ بعض نوجوانوں میں انشاپردازی اور تصنیف و تالیف کا ایسا خداداد ملکہ ہوتا ہے کہ اگر وہ اس کی ٹھیک طور پر تربیت حاصل کریں اور اس میں دلچسپی لیں تو نہ صرف اردو ادب کو اپنی تحریروں سے مالامال کر سکتے بلکہ خود بھی اپنی قوتوں سے پوری طرح متمتع ہو سکتے ہیں۔ ان حالات کے لحاظ سے مصمم ارادہ کر لینا پڑا کہ اس موضوع پر اردو میں ایک چھوٹی سی ابتدائی کتاب لکھ دینی چاہئیے۔

اس ارادہ کی تکمیل کے لئے اس موضوع سے متعلق اپنے متذکرہ مطبوعہ مضامین اور قدیم مسودوں نیز طلبہ کلیہ کے مضامین وغیرہ سے متعلقہ ہدایات کو جمع کر کے ان پر نظر ثانی کی گئی اور انہیں اس کتاب کی صورت میں اس توقع پر مرتب کیا جا رہا ہے کہ اس کے مطالعہ سے نومشق انشاپردازوں کو کامیاب تصنیف و تالیف کرنے، اور اپنی تحریروں کی اشاعت کے لئے عملی سہولتیں حاصل ہو جائیں گی۔

آخر میں ان انگریزی اور فرانسیسی کتابوں کے نام درج کرنا بھی ضروری ہے جو اس کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں زیر نظر رہیں :-

(۱) آن دی آرٹ آف رائٹنگ	مصنفہ	سر آرتھر کوئیلر کوچ
(۲) دی جنٹل آرٹ آف آتھرشپ	"	سی۔ ای۔ لارنس
(۳) کونسائی سیر لارت دیکریر	"	گستاو لانسوں
(۴) لائف اینڈ لٹریچر	"	لفکاڈیو ہرن

رفعت منزل ۔ سوماجی گوڑہ
۹ / شوال ۱۳۵۳ھ م ۲۵ / جنوری ۱۹۳۵ء

سید محی الدین قادری

کیوں لکھیں؟

اکثر لوگوں کو کبھی نہ کبھی ایسی کٹھن گھڑیوں سے سابقہ پڑتا ہے جب کہ انہیں اپنا قلم بے کار اور اپنا دماغ خالی معلوم ہوتا ہے اور اپنے کاغذ کو سفید اور معرا دیکھکر وہ بے چین اور فکر مند ہو جاتے ہیں کہ کسی طرح اس پر قلم چلے اور وہ سیاہ ہو جائے ایسے واقعے صرف مدرسہ یا کالج ہی کے زمانہ میں نہیں گذرتے کہ کوئی لکھنے پر مجبور ہو اور اُسے کچھ سجھائی نہ دے بلکہ وہاں سے نکلنے کے بہت بعد دنیا میں لکھنے کی ضرورت پڑتی ہے، بعضوں کو ملازمت یا کاروبار وغیرہ کے سلسلہ میں اپنے حالات و خیالات کا بذریعہ تحریر اظہار کرنا پڑتا ہے، بعض چاہتے ہیں کہ کسی عزیز دوست کو خط لکھیں، اور کسی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اپنے تجربات اور دلچسپ معلومات کسی روزنامہ یا رسالہ کے ذریعہ سے عوام تک پہنچائیں مگر جب لکھنے بیٹھتے ہیں تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ انکا دماغ بالکل مختل ہو گیا ہے۔ وہ حیران رہجاتے ہیں وہ سوچتے ہیں کہ "آخر ہم نے اتنے امتحان کامیاب کئے، بڑی بڑی کتابیں پڑھیں، اس قدر معلومات کے مالک ہیں، اور ایسے ایسے کام کئے ہیں، لیکن پھر بھی جب لکھنا چاہتے ہیں تو قلم آگے کو بڑھتا نظر نہیں آتا اور باوجود خیال تو تیز

کوشش، اور ارادہ کے دو صفحے بھی نہیں لکھ سکتے۔"

واقعہ یہ ہے کہ ہر لائق آدمی لکھ نہیں سکتا۔ وہی شخص لکھ سکتا ہے جس نے لکھنے کی تربیت حاصل کی ہو، اور جس کو اپنے دماغ سے کام لینے کا طریقہ معلوم ہو۔ مگر بہت کم ہیں وہ خوش قسمت جو اس سے واقف رہتے ہیں یہ طریقہ یا تربیت کسی خاص معجزہ یا پراسرار وظائف کی پابندی سے حاصل نہیں ہوتی۔ مستقل ارادہ، خاص توجہ اور مسلسل کام کے ذریعہ سے ہر شخص اس پر حاوی ہو سکتا ہے۔ آپ مدرسہ یا کالج کے طالب علم ہوں، یا کسی دفتر کے اہلکار، یا کوئی کاروباری آدمی ہر حالت میں اور ہر جگہ ایک مضبوط ارادہ اور مسلسل محنت کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی۔

ادب یا انشا پردازی محض نظری علم یا سائنس نہیں ہے کہ صرف مطالعہ یا غور و خوض کرنے سے حاصل ہو جائے وہ ایک فن ہے جس کے لئے عمل پیہم اور مسلسل مشق کی ضرورت ہے عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مضامین نگاری، یا تصنیف و تالیف یا شاعری میں مدرسہ کی تعلیم یا بعض مخصوص کتابوں کے مطالعہ سے دسترس حاصل کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ خیال جتنا عام ہے اتنا ہی غلط ہے۔ ان ذریعوں سے ایک شاعر، ایک مصنف، ایک ناول نویس، یا ایک مضمون نگار بن سکنا اسی طرح دشوار ہے جس طرح ان کے ذریعے سے بڑھائی یا لوہار بن جانا۔

کسی کتب خانہ میں لکڑیوں اور اُن کی متفرق قسموں یا اوزار اور اُن کے مختلف کام، یا بڑھائی کے فن کے متعلق ہمیں بہت سی کتابیں اور رسالے مل سکتے ہیں، اگر ہم اُن سب کو پڑھ ڈالیں اور ان میں کے ہر اہم اصول یا گُر کو ازبر کر لیں تو کیا ہم اپنے ہاتھ سے ایک اچھی سی میز یا خوشنما کرسی بنا سکیں گے؟

ادبی تخلیق یعنے ادبی مضامین لکھنا اور تصنیف و تالیف ایک ایسا ہنر ہے جو صرف مشق ہی سے

حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اپنی روزمرہ کی زندگی میں کسی نہ کسی غرض سے لکھنے کیلئے مجبور ہو، (اور ایسے اشخاص بہت کم ہیں جو مجبور نہوں) تو اسکو چاہئے کہ اپنے آئے دن کے کام کاج کی سہولت، اپنے مطلب کو خوبی سے ادا کرنے کی قابلیت، اور اس طرح اپنے ہم چشموں میں ممتاز رہنے کی مسرت حاصل کرنے کے لئے لکھنے کی طرف متوجہ ہو۔

بعض حضرات غور و فکر اور علم و فضل میں ایسا تبحر حاصل کر لیتے ہیں، یا اُن کے یہاں دنیا اور اس کے کاروبار کی نسبت ایسی بہترین معلومات، تجربے، اور خیالات موجود ہوتے ہیں کہ اگر اُن کو بذریعہ تحریر نمودار کیا جائے تو نہ صرف دوسرے اُن سے مستفید ہوں بلکہ اُن کی ذات کو بھی گوناگوں فائدے حاصل ہوں۔ مگر اس قسم کے اکثر لوگ چونکہ لکھنے سے گھبراتے ہیں (کیوں کہ انہوں نے اس کی عادت نہیں کی) اس لئے علم و فضل اور تجربہ و خیالات کے سارے خزانے انہی کے ساتھ دفن ہو جاتے ہیں۔

لکھنا دوسروں کے دماغوں تک اپنا خیال یا پیغام پہنچانے کا بہترین وسیلہ ہے اگر کسی کو اس کا سلیقہ حاصل نہیں ہوا تو اس کا پاکیزہ سے پاکیزہ خیال اور اعلیٰ سے اعلیٰ پیغام بے مصرف رہ جاتا ہے۔ لکھنے کا سلیقہ بعض معمولی سے معمولی قابلیت اور عقل و شعور رکھنے والوں کو بھی قابل ترین علما و فضلا اور اعلیٰ مفکرین کی صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔

اگر ادبی اور علمی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو لکھنے کی مشق کرنا اور اس میں کمال حاصل کرنا ہمارا ایک مقدس فریضہ ہے۔ اردو ادب کا عہد ماضی ہر اہل اردو کو لکھنے کا سبق دیتا ہے اُس وقت جب کتابت اور اشاعت و طباعت کی کوئی سہولتیں موجود نہ تھیں آج سے تین

چار سو سال پیشتر کے اردو مصنفین اور شعرا ایسی ایسی ضخیم اور اعلےٰ درجہ کی کتابیں اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں کہ ان کے مطالعہ سے موجودہ نسلیں درس عبرت حاصل کر سکتی ہیں پھر اس قدیم زمانہ سے لیکر اب تک ہمارے اسلاف برابر تحریری کام کرتے آئے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج اردو زبان ہندستان کی جملہ زبانوں میں اپنے کثیر التعداد بیش بہا اور قدیم ترین ادبی خزانوں کی وجہ سے ممتاز ہے۔ ہندستان کی کسی زبان میں اتنی زیادہ کتابیں اور اتنے قدیم زمانہ سے مسلسل نہیں لکھی گئیں۔

ایسی صورت میں کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ اپنے اسلاف کے اس اہم کام کو جاری رکھیں اور زمانۂ حال کی سہولتوں اور ضرورتوں کے پیش نظر ان کے ادبی کارناموں سے بہتر نہیں تو کم از کم برابر درجہ کی تحریروں ہی سے اپنے ادب میں اضافہ کریں؟ اگر ہم تصنیف و تالیف میں اپنے اسلاف کی سُنّتِ دیرینہ کی پابندی، اور اس علمی و ادبی میراث میں اضافہ کی کوشش نہ کریں تو اردو کو ہندستان کی دوسری زبانوں کے مقابلہ میں جو اہمیت حاصل ہے وہ اس عہدِ کشمکش میں ہرگز برقرار نہ رہ سکے گی۔

اگر ہمارے نوجوان لکھنے کی عادت ڈالیں اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ جاری رکھیں تو وہ نہ صرف اپنی زبان کا رتبہ بڑھائیں گے بلکہ اپنے ملک کو دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں ممتاز کر سکیں گے۔ زبان ملک و قوم کے حالات و خیالات کا آئینہ ہوتی ہے اور اگر اس کا ادبی خزانہ مالا مال ہو، اور اس میں اچھے لکھنے والے برابر پیدا ہوتے رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے باعث ملک و قوم کے وقار میں اضافہ نہو؟

اس قومی اور ملکی نقطۂ نظر کے علاوہ لکھنے میں ذاتی مسرت اور استفادہ کے بھی بہت سے

پہلو مضمر ہیں۔ اکثر انسان اپنی روزمرہ کی کاروباری یا دفتری زندگی اور ہر روز کے پامال حالات و واقعات سے گھبرا جاتے ہیں۔ اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے مضمحل قلب و دماغ کو کسی اور کام سے بہلائیں۔ ایسی صورت میں بھی تحریر اور انشا پردازی کا مشغلہ تفریح طبع اور دلچسپی کا باعث ثابت ہوا ہے۔ اکثر حضرات وقت گزاری اور خانگی محبوب مشغلہ کے طور پر انشا پردازی سے محظوظ ہوتے ہیں۔

انشا پردازی ایک ایسی دلچسپ اور خاموش تفریح یا ایسا بے ضرر محبوب مشغلہ ہے جو دوسری قسم کی اکثر تفریحوں اور دل بہلائیوں کے مقابلہ میں کئی طرح سے قابل ترجیح ہے اس سے کام کرنے والے کے علاوہ دوسروں کو بھی جو روحانی طمانیت اور جمالیاتی حظ حاصل ہو سکتا ہے بہت کم کسی دوسری تفریح یا دلچسپ مشغلہ سے نصیب ہوتا ہے۔ اس کے لئے محظوظ ہونے والے کو کسی طرح کا جسمی، دماغی، یا رقمی بار اٹھانے کی بھی ضرورت نہیں جو دوسری قسم کی اکثر تفریحوں کے لئے لازمی ہے۔ اس کے علاوہ انشا پردازی کے ذریعہ سے اکثر دفعہ عزت، اثر، وقار، علم و فضل، اور مال و دولت، غرض وہ تمام ضرورتیں مہیا ہو جاتی ہیں جو دوسری تفریحوں سے شاید ہی حاصل ہو سکیں۔

تفریح طبع کے علاوہ انشا پردازی بطور پیشہ کے بھی اختیار کی جا سکتی ہے۔ آج یورپ اور امریکہ میں متعدد صاحب اقتدار اور سیاسی ہستیاں وہی ہیں جنہوں نے اپنی زندگی انشا پرداز کی حیثیت سے شروع کی تھی۔ انہوں نے صرف اپنے قلم ہی کے ذریعہ سے علمی اور ادبی وقار کے علاوہ سیاسی اقتدار بھی حاصل کر لیا۔ خود ہماری زبان اُردو میں بھی بعض اصحاب تصنیف و تالیف اور انشا پردازی کی وجہ سے خوشحال اور آزاد زندگی بسر

کر رہے ہیں لیکن یورپ کے مقابلہ میں ہمارے ملک میں ابھی ترقی کا بہت بڑا میدان خالی ہے ہمارے لئے انشا پردازی کے ایسے ایسے خزانے اور ذخیرے محفوظ اور مدفون ہیں جنکو نمودار کرنے اور جن سے مالامال ہونے کی بہت گنجائش ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے اکثر نوجوان (خواہ وہ کسی پیشے سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں) اس طرف متوجہ ہوں، آج ہی سے اپنی فرصت کے اوقات میں لکھنا شروع کردیں اور رفتہ رفتہ اسکی عادت ڈالیں۔

کیا لکھیں؟

جب کبھی میں نے اپنے احباب سے کچھ لکھنے کی فرمائش کی تو اُن کا جواب ہمیشہ اس سوال کی شکل میں نمودار ہوتا رہا کہ "کیا لکھیں"؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری زبان کی اخباری اور رسالہ جاتی زندگی ابھی عالمِ طفولیت میں ہے ورنہ یہ مسئلہ ایک حد تک خود بخود حل ہو جاتا۔ اور میرے احباب اگر وہ غیر معمولی طور پر کسی خاص مضمون کے ماہر نہ ہوں ایسے موضوع سے اپنی تحریروں کی ابتدا کرتے جو عام پڑھنے لکھنے والوں کیلئے دلچسپی کا باعث بن سکتا ہو۔

ابھی ہم میں سے بہت سے حضرات کو دنیا کی روزمرہ زندگی کی معمولی باتوں ہی کے متعلق معلومات کی ضرورت ہے اور بجائے اس کے کہ اطراف واکناف کی چیزوں پر کچھ لکھا جائے دور دراز کی اشیاء اور لاینحل مسائل پر قلم فرسائی کرنا نہ صرف اپنی قوتوں کو برباد کرنا بلکہ اپنے ملک و قوم اور زبان کو دھوکا دینا ہے۔

ہمارے اکثر ادبی ذوق رکھنے والے نوجوان جب کبھی قلم اٹھاتے ہیں تو ایسے موضوع اختیار کرتے ہیں جن کو صرف علماء اور مخصوصین ہی سمجھ سکتے ہیں، اور جن کی جگہ انسائیکلوپیڈیا ہی میں ہو سکتی ہے نہ کہ

اخبار و رسائل ہیں۔ یہ کس قدر حیرت ناک بات ہے کہ حیدرآباد یا دہلی کا ایک اہل قلم "یونانی مجسموں" "فرانسیسی اخلاقی معیار" "جرمنی کی معاشرتی زندگی" یا "مخفی اور بیکانی رسم الخط" پر تو صفحے کے صفحے سیاہ کر دیتا ہے اور اگر نہیں لکھتا ہے تو "حیدرآباد اور دہلی کے آثار قدیمہ" "مغلوں یا قطب شاہوں کی تعمیری خصوصیات" "ہماری موجودہ معاشرت کے نقائص" یا "اردو رسم الخط میں اصلاحیں" جیسے موضوعوں پر جن پر مضامین ہی نہیں کتابیں لکھی جا سکتی ہیں!

ایک قدیم طرز کے حیدرآبادی عالم جنھوں نے اردو میں کتابیں لکھکر اس کی یقیناً خدمت کی ہے کھجور کی کاشت پر مبسوط کتاب لکھتے ہیں، لیکن خدا کے کسی بندہ کو اس امر کی توفیق نہیں ہوتی کہ آم یا خربوزے یا سیتاپھل (شریفہ) پر کوئی مضمون یا کتاب لکھے۔

اکثر اوقات دوستوں اور عزیزوں سے گفتگو کرنے کے دوران ہی میں اچھے اچھے موضوع ہاتھ آجاتے ہیں۔ کوئی ایک لفظ ہی بعض دفعہ خیالات کا ایک سیلاب پیدا کر دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ موضوع ہر سمت سے نکلتے نظر آتے ہیں اگر آپ کی نظر تیز ہو اور آپ کا ذہن اشیاء کا عکس لینے کے لئے تیار رہے۔ دن رات کے کام کاج اور کھیل کود کا ہر پہلو موضوع پیش کرنے کے غیر محدود امکانات اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کوئی اس سے فائدہ اٹھائے۔ مثال کے طور پر آپ اپنے شہر یا گاؤں ہی پر نظر ڈال لیجئے اور دیکھئے کہ کتنے مضمون آپ کے ذہن میں پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں مثلاً

۱۔ ہمارے شہر کی اہم تجارت۔ ۲۔ اس کی دلچسپیاں۔ ۳۔ اس کے بہترین مناظر۔ ۴۔ اسکی سواریاں ۵۔ اس کی سب سے بڑی سڑک۔ ۶۔ ہمارے ہم وطن شعراء۔ ۷۔ نثر نگار۔ ۸۔ نقاش۔ ۹۔ امراء ۱۰۔ بادشاہ۔ ۱۱۔ فقیر۔ ۱۲۔ عمارتیں۔ ۱۳۔ باغ۔ ۱۴۔ محلوں اور عمارتوں کے عجیب و غریب نام ۱۵۔ رسم و رواج۔ ۱۶۔ قدیم روایتیں۔ ۱۷۔ عید اور تہوار وغیرہ۔

اگر آپ حسنِ اتفاق سے کسی قدیم شہر کے باشندے ہوں تو آپ کو ہر ویرانے میں سبزہ کے ساتھ ساتھ مضمونوں اور فسانوں کے خاکے بھی اُگتے ہوئے نظر آئیں گے۔ قدیم آبادیاں فسانوں کے خاکوں سے بھری پڑی ہیں۔ خصوصاً دہلی، لکھنؤ، حیدر آباد اور لاہور۔ وہ شہر جن کے در و دیوار عظمتِ ماضی سے صدیوں ہم آغوش رہ چکے ہوں۔ قصوں کے سرچیون سرچشمے ہیں۔ اگر آپ کا محلہ یا اس کا قرب و جوار اور آپ کی روزمرہ کی گذرگاہیں کسی موضوع یا افسانوی خاکے سے آپ کی ضیافت کرتی نظر نہیں آتیں تو آپ ٹہلتے ٹہلتے یا گاڑی میں ذرا دور نکل جائیے اور پھر ذوقِ نظر اور قوتِ گوش سے کام لیجئے آپ شاید ہی محروم واپس ہو سکیں۔ فسانوں کے نہیں تو کم از کم مضامین کے خاکے تو آپ کو ضرور دستیاب ہو جائیں گے۔

اگر آپ کو اپنے شہر کی کسی چیز کی نسبت کچھ لکھنے کا شوق نہیں ہے تو موضوع حاصل کرنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ کوئی ایک لفظ لے لیجئے اور پھر اس پر غور کیجئے اور دیکھئے سینکڑوں عنوان آپ کے سامنے کھیلتے نظر آئیں گے۔ مثال کے طور پر صرف ایک لفظ "عورت" کو لیجئے اور دیکھئے اس کے ساتھ کتنے عنوان آپ کے ذہن میں آ گئے۔ مثلاً

ا۔ ۱۔ عورت پردہ میں۔ ۲۔ بے پردہ عورتیں۔ ۳۔ صحیح اسلامی پردہ۔ ۴۔ ہندوستان اور پردہ۔ ۵۔ پردہ کی ضرورت۔ ۶۔ پس پردہ۔ ۷۔ بے پردہ یورپ۔ ۸۔ اگر آج پردہ اٹھ جائے

ب۔ ۱۔ صحیح بیوی۔ ۲۔ بیوی جو مرد کو مرد بناتی ہے۔ ۳۔ بیویاں کیا جانتی ہیں۔ ۴۔ انتظامِ خانہ داری۔ ۵۔ ہوشیار بیویاں اور بے وقوف مرد۔ ۶۔ ہوشیار مرد اور بے وقوف بیویاں۔ ۷۔ مشہور بیویاں۔ ۸۔ مشہور آدمیوں کی بیویاں۔ ۹۔ بیوی کی ضرورت۔ ۱۰۔ مصنوعی بیویاں۔ ۱۱۔ چار بیویاں۔

ج۔ ۱۔ صحیح ماں۔ ۲۔ مشہور مائیں۔ ۳۔ مشہور آدمیوں کی مائیں۔ ۴۔ ماں کی مامتا۔ ۵۔ بچوں کی پرورش

ح ۱۔ کام کی عورتیں۔ ۲۔ رقاص عورتیں۔ ۳۔ مشہور طوائف۔ ۴۔ بھولارن۔ ۵۔ پنواڑن۔ ۶۔ ماما ئیں۔ ۷۔ مالنیں۔ ۸۔ جلد باز عورتیں۔ ۹۔ کل کی لڑکیاں۔ ۱۰۔ قدیم وضع کی عورتیں۔ ۱۱۔ حسین عورتیں۔ ۱۲۔ رازدار عورت۔ ۱۳۔ عملی عورتیں۔ ۱۴۔ کھلاڑی لڑکیاں۔ ۱۵۔ مرد نما عورتیں۔ ۱۶۔ مردانہ عورتیں۔

یہ مکمل فہرست نہیں ہے اور نہ کوئی ایک شخص اس کی تکمیل کر سکتا ہے۔ اور اس کے پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ آج ہی بسم اللہ کہکر ان تمام عنوانوں پر مضمون نگاری کا قصد شروع کر دیں۔ یہ اور اس قسم کے کئی عنوانوں میں سے اپنے لئے انتخاب کرتے وقت مضمون نگار بہت سوں کو رد کر دیتا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ ان کی نسبت اس کی معلومات کم ہو۔

ان میں سے بعض عنوانات پر لکھنے کے لئے ذاتی تجربہ کی ضرورت ہے، اور بعضوں کی نسبت دوستوں یا اہل پیشہ اور ماہرین سے گفتگو کے دوران میں بہت سے نکتے حل ہو سکتے ہیں۔ ان زندہ ذریعوں کے علاوہ فنی کتابوں، انسائیکلوپیڈیا اور اس قسم کی دوسری معلوماتی تحریروں سے بھی مدد مل سکتی ہے۔

اس کتاب کے آخر میں بھی اسی فصل کے سلسلہ میں ایک ضمیمہ کے طور پر ایسے سینکڑوں عنوان پیش کئے گئے ہیں جو دلچسپ اور کامیاب مضمونوں، افسانوں بلکہ کتابوں کے موضوع بن سکتے ہیں۔

لکھنے کے لئے موضوع حاصل کرنے کا ایک اور مفید طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ ایک نوٹ بک ساتھ رکھی جائے اور اس میں قصوں یا مضمونوں کے متعلق جو بھی خیال آپ کے ذہن میں آئے اس کو فوراً قلمبند کر لیجئے تاکہ کسی وقت اس سے کام لے سکیں۔

اگر نوٹ بک ساتھ نہ ہو تو کسی کاغذ کے ٹکڑے پر ایک آدھ لفظ لکھ رکھنا بھی نہایت سود مند ثابت ہوگا۔ اپنے حافظہ پر کبھی بھروسہ نہ کیجئے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ کوئی خیال اسوقت تو آپ کے ذہن میں موجود

بلکہ واضح ہو لیکن آدھ گھنٹہ کے بعد بالکل غائب ہو جائے۔ ذہنی نقوش سے زیادہ تحریری نقوش پر اعتماد رکھئے۔ موقع اور وقت پر صرف ایک لفظ یا اشارہ قلمبند کر لینا کافی ہے اور پھر جہاں آپ کو فرصت ملے پورے خیال کو لکھ ڈالئے۔ لیکن اس دفعہ بھی ذہن پر ضرورت سے زیادہ زور نہ ڈالئے ورنہ کام میں ایک طرح کی مصنوعیت پیدا ہو جائے گی۔

بعض دفعہ رات میں جب نیند اچاٹ ہو جاتی ہے اور انسان بستر پر کروٹیں بدلتا رہتا ہے اس کا دماغ غیر ارادی طور پر قسم قسم کے مضمونوں اور قصوں کے خاکے پیش کرتا جاتا ہے۔ اس وقت اگر دلچسپ خیال مل جائے تو اس کو جانے نہ دیجئے۔ اس کے ساتھ کھیلئے۔ کوشش کیجئے کہ آپ کا تخیل اس پر روشنی ڈالتا رہے۔ اور اگر اس طریقہ کار سے کوئی کام کے مکالمے ترکیبیں یا جملے پیدا ہوتے جائیں تو ان کو فوراً لکھ ڈالئے۔ ہوشیار انشا پرداز بستر کے قریب ہمیشہ کاغذ اور پنسل رکھا کرتے ہیں۔ بعض اصحاب کے ذہن میں صبح نیند سے بیدار ہونے کے بعد ناولوں، قصوں، نظموں اور مضمونوں کے متعلق خیالات پیدا ہوتے ہیں لیکن ان میں بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو انکی نسبت اسی وقت ایک آدھ لفظ لکھ لیتے ہوں۔

غرض اگر آپ سلیقہ اور اصول کے ساتھ خیالات کو قلمبند کر کے جمع کرتے جائیں تو چند مہینوں میں ایک نہایت اچھے ذخیرہ کے شاد کام مالک ہو جائیں گے اور کبھی خاکوں اور موضوعوں سے محروم نہ رہ سکیں گے

ان موضوعوں سے متعلق جن سے آپ کو دلچسپی ہو انگریزی اور اردو اخباروں کے تراشوں (کٹنگز) یا ایسی عبارتوں کو جو افسانوں یا مضمونوں کے امکانات پیش کرتی ہوں جمع کرتے رہئے۔ پھر ان تمام کو سادہ کاغذ پر چپکا کر محفوظ کر لیجئے اور فرصت کے اوقات میں ان کو مضمون وار ترتیب دیتے رہئے اگر ہو سکے تو ”نیوز پیپر کٹنگ البم“ خرید لائیے اور ان تراشوں کو اس میں محفوظ کر لیجئے۔

کس طرح لکھیں؟

اُردو پر قابو پانے کے لئے اس کے بڑے بڑے مصنفوں کے کلام کا مطالعہ اور پھر مستقل مشق۔ ان دو باتوں کی سخت ضرورت ہے۔

"جتنا زیادہ تم اُن لوگوں کے کارناموں کا مطالعہ کروگے جو پر عظمت تھے اتنا ہی تمہاری قوتِ ایجاد میں اضافہ ہوگا۔"

انگلستان کے مشہور نقاش اور نقاد فن سر جوشیا رینالڈ کا قول ہے جو نہ صرف نقاشی بلکہ انشا پردازی پر بھی صحیح طور پر منطبق ہوتا ہے۔

آپ کو ان اچھے الفاظ کی ایک عمارت بنانی چاہئے جن سے آپ واقف ہیں۔ انہیں اعتماد کے ساتھ استعمال کرنا سیکھئے اور اس بات کی کوشش کیجئے کہ نئی نئی ترکیبیں بن سکیں اور اس طرح سے ایک شخصی سلوب کا ارتقا ہو جائے۔

بعض اصحاب یہ مشورہ دے سکتے ہیں کہ ایک وسیع لفظی خزانہ جمع کر لینے کا آسان ترین ذریعہ کسی

اردو لغت کو زبانی یاد کرلینا ہے لیکن یہ خیال نہایت فریب دہ ہے کیونکہ تنہا الفاظ کو یاد رکھ لینا کافی نہیں ہے انشا پرداز کو چاہیئے کہ انہیں دوسرے لفظوں کے صحیح تعلق کے ساتھ معلوم کرے۔

ایسے مصنفوں کی تقلید کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرنی چاہیئے جن کا اسلوب خاص اور غیر معمولی خصوصیتوں کا مالک ہوگیا ہو۔ محمد حسین آزاد، ملا رموزی، آغا حیدر حسن یا خواجہ حسن نظامی کے اسلوب کی نقل اُتارنا نہ صرف مشکل بلکہ بے سود ہے۔ اس کے لئے ایک آزاد ایک رموزی ایک آغا حیدر حسن ایک خواجہ حسن نظامی ہی کے دل و دماغ کی ضرورت ہے۔ نوجوان انشا پردازوں کو ان مصنفوں کی طرف بڑھنا چاہیئے جن کی زبان میں وضاحت، سادگی، جوش، اور فطریت تناسب کے ساتھ ظاہر ہوتی رہتی ہو اور جنکی تقلید میں اتنی کامگاری نصیب ہوسکتی ہو۔

اس بارے میں سرسید شبلی، حالی اور وحیدالدین سلیم زیادہ قابل توجہ ہیں۔ ان کے اسلوب بھی دلچسپ اور پر تنوع ہیں اور وہ بھی اپنے موضوعوں کو ایک خاص دلچسپ پیرائے میں بیان کرتے ہیں انکی تحریروں کی خصوصیات انشا پردازی کے طالب علموں کو یہ دو سبق سکھاتی ہیں کہ

۱۔ کامیاب انشا پردازی، پڑھنے والے میں دلچسپی پیدا کرنے اور پھر اسکو قائم رکھنے پر منحصر ہوتی ہے۔

۲۔ مطالعہ اس لئے تکلیف دہ نہیں ہوتا کہ ہر صفحہ ایک خاص دلچسپی رکھتا ہے، اور شبلی حالی اور سلیم کی ایک اور خصوصیت تو یہ ہے کہ وہ ادب اور تاریخ کا سچا ذوق پڑھنے والوں کے دلوں میں موجزن کردیتے ہیں۔

اس امر کا افسوس ہے کہ اردو میں ایسے روزناموں اور ہفتہ وار اخباروں کی کمی ہے جن کے مضامین انشا پردازی کے اچھے نمونوں کا کام دے سکتے ہوں اور جن کے مطالعہ سے وہ لوگ سبق حاصل کرسکیں جو ایک سادہ اور فطری اسلوب کی مشق کرنی چاہتے ہوں، یورپ کی زبانوں میں ایسے کئی پرچے نکلتے ہیں اور وہاں کے بعض انشا پردازوں نے تو انہی کے مطالعہ سے اپنے ادبی ذوق اور تحریری مشق میں ترقی کی ہے

انگریزی زبان میں ٹائمز اور منچسٹر گارڈین اس لحاظ سے بے حد کار آمد ہیں۔ ان کے علاوہ اوسط درجہ کے مقبول پرچوں میں ڈیلی اکسپریس، ڈیلی میل، اور ایوننگ سٹانڈرڈ بھی اکثر اوقات نہایت اچھے نمونے پیش کرتے ہیں۔ ہفتہ وار پرچوں کی تو اچھی خاصی تعداد ہے لیکن اسپکٹیٹر میں انشاپردازی کے عمدہ نمونے اکثر نکلتے ہیں۔ اردو میں ابوالکلام آزاد کا الہلال، مولانا محمد علی کا ہمدرد، عبدالماجد کا سچ، خواجہ حسن نظامی کا منادی، اور خلافت کے پرچوں میں اس قسم کی خصوصیات جھلکتی رہی ہیں۔ جہاں کوئی اس قسم کا اچھا مقالہ نظر آئے آپ کو چاہیے کہ نہ صرف ایک سے زیادہ مرتبہ اسکو پڑھ جائیں بلکہ اس امر پر غور کریں کہ اس مقالہ کا پورا اثر کس نقطہ پر منحصر ہے اور یہ کہ جملوں کی ترکیبوں اور لفظوں کے استعمال میں کن امور کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ ابوالکلام، محمد علی، عبدالماجد اور خواجہ حسن نظامی کی اس قسم کی تحریروں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے سے بھی انشاپردازی کے بہت سے راز بے نقاب ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ اعلیٰ درجہ کی ادبی تحریروں کا گہرا اور بار بار مطالعہ کچھ کم فائدہ مند نہیں لیکن اس سے بڑھکر کامیاب نتیجے مطلب نویسی کی مشق سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ لفظی خزانے کو وسیع کرنے کا بھی سب سے بہترین ذریعہ یہی ہے۔ دوسرے کی عبارت کو اپنی زبان میں ادا کرنا مطلب نویسی ہے۔ اور ایسا کرتے وقت فن انشاپردازی کے کسی طالب علم کو محض تبدیلی کی خاطر ایسے الفاظ نہیں استعمال کرنے چاہئیں جن سے اصلی عبارت کا مطلب فوت ہو جائے۔ اس طریقہ کار سے اس میں کوئی شک نہیں کہ اصلی عبارت کے اسلوب کی برابری تو نہیں کی جا سکتی لیکن لفظوں کا صحیح استعمال کرنا آجاتا ہے جو اچھی تحریر کی طرف بڑھنے کا پہلا قدم ہے۔

آپ نے اپنی عبارت میں جن الفاظ کا استعمال کیا ہے انکا اصل عبارت کے الفاظ سے مقابلہ کیجیے اور لغت کی مدد سے دیکھیے کہ دونوں میں کن جزوی امور کا فرق ہے اور کونسا لفظ مطلب کو ٹھیک اور مختصر طور پر ادا کر سکتا ہے۔ اس طرح کی محنت سے آپکے لفظی خزانے میں قسم قسم کے لفظوں کا اضافہ ہوتا جائے گا۔

ایک اور طریقۂ کار خلاصہ نویسی ہے جسکی وجہ سے نو مشق انشا پرداز بہت جلد ترقی کرسکتے ہیں خلاصہ نویسی سے مراد ہے کسی عبارت کے مطلب کو اپنے الفاظ میں مختصر سے مختصر کر کے لکھنا۔ اس سے ضروری اور غیر ضروری الفاظ میں امتیاز کرنے کا مادہ پیدا ہو جائے گا جو ایک اچھے انشا پرداز کیلئے نہایت ضروری ہے۔

عبارت آرائی کی مشق کے ساتھ ساتھ انشا پرداز کو جن امور کی طرف سب سے زیادہ متوجہ ہونا پڑتا ہے ان میں مضموں کا خاکہ، اسکے آغازی جملے، اسکی مسلسل دلکشی، اور سب سے بڑھکر مضمون کے مناسب ترین اور دلکش عنوان کا انتخاب نہایت اہم ہیں۔

تقریباً ہر کامیاب انشا پرداز اس راز سے واقف ہوتا ہے کہ مضمون لکھنے کیلئے موضوع کا انتخاب کر لینے کے بعد سب سے پہلے اس کو اپنے کام کا ایک خاکہ بنا لینا چاہیئے۔ جس میں وہ دیکھتا ہے کہ زیر بحث موضوع پر کیا کیا لکھا جا سکتا ہے؟ اس خصوص میں آپ اس بات کا ضرور خیال رکھئے کہ خاکہ پر غور کرتے وقت جو جو خیالات دماغ میں جولانیاں دکھاتے ہیں وہ فوراً قلم بند کر لئے جائیں تاکہ بعد میں ان پر نظر ثانی کر کے اس امر کا تصفیہ کیا جا سکے کہ آیا کسی مضمون میں شامل ہونے کی ان میں سکت بھی ہے یا نہیں۔ نمونے کے طور پر یہاں حسب ذیل چند جملے پیش کئے جاتے ہیں جو ایک اچھے مضمون کے خاکہ کا کام دیں گے۔

وہ کونسی صفات ہیں جو کامیاب آدمی کو ممتاز کرتی ہیں؟

تحریک جوش

استقلال، جرات، اور کچھ اور

اُس میں آگے بڑھنے کی اہلیت ہوتی ہے اور وہ ایک خاص مقصد کی طرف چلتا ہے۔

وہ تعمیری طریقے پر سوچتا ہے، خیالات حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے اور کام کرنے کے بہترین طریقے ڈھونڈھتا رہتا ہے۔ زیادہ جانتا ہے اور زیادہ دیکھتا ہے کیونکہ اس کے خیالات بجائے سو راستوں کے ایک ہی جانب متوجہ رہتے ہیں۔ اپنے کام کی تہ تک پہنچتا ہے اور دور تک کی سوچ لیتا ہے۔

خاکہ ڈال لینے کے بعد دوسری چیز جس پر انشا پردازوں کی کامیابی کا انحصار ہے، اس کے مضمون کے آغازی جملے ہیں۔ پڑھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر لینے کے لئے مضمون کی اچھی ابتدا بے حد لازمی ہے۔ انشا پرداز کو چاہیئے کہ مضمون کی باگ فوراً اپنے ہاتھ میں لے لے۔ بہترین تمہید وہی ہے جو موضوع سے دلچسپی پیدا کر دیتی ہے اور منکشف کرتی ہے کہ مضمون نگار کی نظر میں ایک معین مقصد موجود ہے۔ حسبِ ذیل دو نمونے ظاہر کر سکتے ہیں کہ متذکرہ بالا موضوع (یعنے کامیاب انسان کو ممتاز کرنے والی صفات) پر کسی مضمون کے ابتدائی جملے کس طرز کے لکھے جا سکتے ہیں۔

(۱) کیا کامیابی کا کوئی راز ہے؟ کیا اس امر کی کوئی سادہ توضیح کی جا سکتی ہے کہ کیوں ایک آدمی آگے بڑھ نکلتا ہے اور دوسرا ایک ہی جگہ ساکت رہتا ہے۔

(۲) قمرالدین دفتر میں ملازم ہونے کے چند ہفتوں بعد ہی ترقی پانے والوں کے زمرہ میں شمار کیا جانے لگا وہ ایک زندہ آدمی، اور سوچنے اور کام کرنے والا انسان ہے اور ان لوگوں میں سے ہے جن کا آگے بڑھنا یقینی ہے۔"

جب میں نے پرسوں "مضامینِ سرسید" میں یہ خیال پڑھا کہ کامیابی کا تعلق محنت اور صرف سخت محنت سے ہے تو مجھے متذکرۂ بالا جملہ یاد آ گیا جو میرے ایک دوست عہدہ دار نے اپنے دفتر کے ایک اہلکار کی نسبت مجھے خط میں لکھا تھا۔

مضمون کا ایک جاندار آغاز توجہ پیدا کرنے کا بہترین ذمہ دار ہوتا ہے لیکن دوسرا مسئلہ پڑھنے والے کی دلچسپی کو ہمیشہ برقرار رکھنے سے متعلق ہے۔ یہ ضروری ہے کہ آپ رفتہ رفتہ اپنے طریقۂ تحریر کی گہرائی دکھانے لگیں۔ اگر آپ مندرجہ بالا موضوع پر لکھتے وقت محنت اور اپنی مدد آپ کرو سے متعلق پس پا افتادہ اور معمولی خیالات اور زبان زدِ عوام اقوال پیش کریں تو آپ کے ناظرین بہت جلد اکتا جائیں گے۔ وہ جس چیز کے خواہشمند ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ موضوع پر بالکل نئے اور عملی طریقے پر روشنی ڈالی جائے۔ اس بارے میں انشاء پرداز کو اس بات کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے کہ اگر ساتھ ساتھ اپنے ذاتی تجربات بھی پیش کر دیئے جائیں تو بیان زیادہ دلچسپ ہو جائے گا۔

خیالات کو ہمیشہ ایک دلکش لباس میں پیش کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ یاد رکھئے کہ مستعملہ اور پامال واقعات بھی دلچسپ بنائے جا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ انہیں اچھے فقروں سے ملبوس کیا جائے۔ اس بات کو بھی شروع سے آخر تک مدِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ پڑھنے والوں کے دل و دماغ پر اپنے خیالات اور واقعات کی واضح ترتیب اور سادہ اور بولتے ہوئے لفظوں کے استعمال ہی سے اپنا گہرا اثر بٹھایا جا سکتا ہے۔

اس سلسلہ میں اور دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ مضمون کی ظاہری شکل و صورت کا دلکش بنانا بھی ضروری ہے طول طویل عبارتوں کے لکھنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ چھوٹے چھوٹے علیحدہ ٹکڑے زیادہ جاذبِ نظر ہوتے ہیں۔ اگر درمیان میں مختصر ذیلی سرخیاں آتی رہیں تو پڑھنے والے کو جلد بیزار ہونے سے روکنے کا کام دے سکتی ہیں۔

اس امر کی اہمیت سے بھی غالباً ہر شخص واقف ہے کہ مضمون کا عنوان انتہائی جدت و ہوشیاری کا نتیجہ ہونا چاہیئے۔ اختصار، وضاحت اور مناسبت اچھے عنوان کی سب سے اہم خصوصیتیں ہیں۔

اچھا عنوان مصنف کے کارنامے کے لئے بہترین اشتہار کا کام دے سکتا ہے۔ تجربہ کار انشا پرداز اس راز سے بخوبی واقف رہتے ہیں اور ایک ایسا عنوان حاصل کرنے کے لئے جو لوگوں کو ان کا مضمون پڑھنے پر مجبور کردے ہر طرح کی زحمت اٹھاتے ہیں۔

ایک کامیاب عنوان وہی ہوتا ہے جو دلکش اور مختصر ہونے کے علاوہ اس موضوع کو اچھی طرح واضح کرے جس پر مضمون لکھا گیا ہو۔ بعض وقت اچھے اچھے مضامین بھی عنوان کے بھدے پن کی وجہ سے ناکام پڑے رہتے ہیں اور کوئی انکی طرف توجہ نہیں کرتا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر مضمون ناقص ہو تو مصنف کو موزوں اور موثر عنوان ملتا نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی کارنامہ معین مقصد کی پیدا وار نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ اس کا عنوان ذرا مشکل ہی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ فسانوں یا مختصر قصوں کے خاکے کی کمزوریاں بھی اکثر اسی وقت ظاہر ہوتی ہیں جب مصنف ان کے لئے دلچسپ اور موزوں عنوان حاصل کرنا چاہتا ہے۔

یہاں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ کس طرح بھونڈے عنوانوں کو صرف لفظوں اور ترکیبوں کی تبدیلی کے ساتھ پُر زور موثر اور دلکش بنایا جا سکتا ہے۔

بھدّے عنوان	موثر عنوان
زیادہ کھانا کھانے کے نقصانات	زیادہ کھانا
اچھی غذا پکانے کے طریقے	آپ کی پسندیدہ غذا
پردے کی خرابیاں	پس پردہ
حالی کی نظم و نثر میں اُن کے کردار کے اثرات	حالی کی شخصیت اُن کے کارناموں میں۔

اسلوب بیان

اسلوب بیان کی خوبیوں کے معیار اور اُن کے حصول کے طریقوں پر مصنف نے اپنی کتابوں "اردو کے اسالیب بیان" اور "روح تنقید" میں تفصیل سے بحث کی ہے، نیز اُردو کی اکثر کتابوں اور رسالوں میں اسلوب یا طرز بیان پر متعدد مضامین شایع ہو چکے ہیں اس لئے اِس کتاب میں اس موضوع پر صرف چند ضروری امور ہی کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔

انشا پرداز کو اس بات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ اپنے خیالات اپنے ہی اسلوب میں ادا کئے جائیں۔ تحریر میں لکھنے والے ہی کی ذات کو ظاہر ہونا چاہیئے نہ کہ کسی اور شخصیت کے عکس کو۔ موضوع پر لکھنے کا ایک بالکل نیا طریقہ اختیار کرنے اور ہر لفظ کو اپنی خاص انفرادیت کا ترجمان بنا کر پیش کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے۔

یہ بالکل بجا طور پر کہا گیا ہے کہ سادگی اسلوب بیان کی بہترین خصوصیت ہے۔ چھوٹے چھوٹے لفظ استعمال کرنا اور اپنے مطالب کو اِس قدر صاف لکھنا کہ پڑھنے والا نظر ڈالتے ہی فوراً سمجھ جائے

کامیاب مضمون نگاری کے لئے لازمی ہے۔ جب خود ہماری زبان کا کوئی لفظ ہمارا مفہوم ادا کر سکتا ہو تو غیر زبان کے الفاظ کا استعمال اپنی آپ تحقیر کرنا ہے۔

جو کچھ کہنا ہے اسکی نسبت پہلے ذہن ہی میں تصفیہ کر لینا مناسب ہے اس کے بعد اختصار سے ظاہر کرنے کی طرف توجہ کرنی ہوگی۔ اختصار سے مراد یہ نہیں ہے کہ مطلب ہی خبط ہو جائے۔ اپنی بات کو حتی الامکان کم سے کم لفظوں میں پیش کرنے کی کوشش کیجیئے۔

مضمون میں تنوع کا پیدا ہونا بھی خوبی کی دلیل ہے ایک ہی لفظ یا فقرہ کا بار بار دھرانا ایک کمزور لفظی خزانہ کا پتہ دیتا ہے اگرچہ آپ کی بے پروائی اور سہل انگاری کا نتیجہ ہی کیوں نہ ہو۔

اعلیٰ انشا پرداز اس بات کا ضرور لحاظ رکھتا ہے کہ مضمون بے ربط نہ ہو جائے۔ اختصار کی خاطر ایک خیال سے دوسرے خیال تک بغیر کوئی اتصال پیدا کئے پہنچ جانے کا بھی اندیشہ ہے۔ ہمیشہ یاد رکھئے کہ اچھے گندھے ہوئے مضمون میں دلائل روانی کے ساتھ پیش ہوتے رہتے ہیں اور پڑھنے والا انہیں آسانی کے ساتھ سمجھتا جاتا ہے۔

نہایت ضروری ہے کہ مضمون میں رونق اور زندگی پائی جائے اس کا راز صرف اس بات میں مضمر ہے کہ ایسے الفاظ چنے جائیں جو موقع کے مناسب ہوں اچھا انشا پرداز کبھی ٹیڑھی اور بھونڈی فقرہ بازی پر قانع نہیں رہتا وہ ان الفاظ کی تلاش کرتا ہے جو اسکے مفہوم کو زور کے ساتھ اور فطری طریقہ پر پیش کر سکتے ہیں۔

ل

ہر ملک میں تعلیم یافتہ خود ایک زبان کی تشکیل کرتے ہیں جو مختلف علوم و فنون کی جدا جدا اصطلاحوں اور ترکیبوں کی وجہ سے انہی لوگوں تک محدود ہوتی ہے جو ان خاص خاص علوم و فنون میں منہمک رہتے ہیں۔ اسکے علاوہ جہاں تک اس انشا پردازی کا تعلق ہے (جس میں ناول، افسانے، ڈرامے

قصے، یا معاشرتی اور اخلاقی مضامین شامل ہیں) جس کے مخاطب زیادہ تر عام ہوتے ہیں یعنے جو محض تعلیم یافتہ یا کسی مخصوص طبقہ کے لئے نہیں لکھی جاتی بلکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ پوری قوم جس کا زیادہ تر حصہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا، اس کو دیکھے اور سمجھے تو ایسی تحریروں کی خاطر ایک ایسی زبان کا استعمال کرنا غالباً مناسب ہوگا جس کو سب لوگ آسانی سے سمجھ سکتے ہوں اس سے محظوظ ہو سکتے ہوں اور اس کے ایک ایک لفظ، ایک ایک محاورے اور ایک ایک ضرب المثل سے بڑی بڑی ذہنی کائنات قایم کر لے سکتے ہوں، اس کے برخلاف اگر ان کے سامنے معمولی معمولی سی باتوں کو بھی کسی دوسری زبان کے الفاظ یا کسی خاص مقام کے ایسے محاوروں، ایسے روزمردن، اور ایسی کہاوتوں کے ذریعہ پیش کیا جائے جن سے عام مطالعہ کرنے والے ناواقف ہوں، جنکے سمجھنے کے لئے انہیں لغت یا اصطلاحات کی کوئی کتاب ساتھ رکھنی پڑے تو بھلا وہ کس طرح مستفید ہو سکتے ہیں۔ اور ایسی زبان میں لکھے ہوئے ناولوں، ڈراموں، یا مضامین کو کیوں کر توجہ اور دلچسپی کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟

عام مطالعہ کرنے والوں کا سمجھنا تو کجا خود لکھنے والے غیر مقام کے لسانی عنصروں کے بل بوتے پر آزادی کے ساتھ اپنے مطلبوں کا اظہار نہیں کر سکیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس انشاپرداز کو خود اپنی زبان پر قابو نہ ہو وہ اپنے خیالات پر کیا قدرت حاصل کر سکتا ہے؟ جس کو اپنی زبان پر اعتماد نہیں خیالات پر کیسے ہو سکے گا؟ جب اسکو جگہ جگہ محاورہ کی خاطر رکنا پڑے گا اس کے معانی کی روانی قائم نہیں رہ سکے گی اور جب لفظی دقتیں اس کے سد راہ رہینگی اس کی دماغی قوتوں کی سوتیں ہرگز ابل نہ سکیں گی۔

غرض جب آپ کی زیادہ تر توجہ خاص خاص محاوروں کی بندشوں میں الجھی رہیگی آپ اپنے خیالات اور مطالب میں بہت کم نفاست اور گہرائی پیدا کر سکیں گے۔

اپنی کوششوں کو حتی الامکان تکلفات سے باز رکھئے کبھی ناظرین پر سوالات کی بوچھاڑ نہ کیجئے اور نہ پند و نصائح کی عادت ڈالئے۔

بعض نو مشق انشا پرداز اپنی علمیت یا کمال کے اظہار کے لئے اپنے خیالات کی اہمیت پر زور دینے لگتے ہیں یا پامال اقتباسات اور عام اشعار اور فقروں کے ذریعے سے پڑھنے والے کو متاثر اور مرعوب کرنا چاہتے ہیں لیکن اس سے اکثر الٹا اثر پیدا ہوتا ہے۔

بہترین اسلوب حاصل کرنے کا ایک اہم راز یہ بھی ہے کہ اپنی تحریر سے انسان محظوظ ہونے کی کوشش کرے۔ لکھنے سے جو بہترین اجر یا انعام ایک انشا پرداز حاصل کرتا ہے وہ در اصل خوشی ہے جو خوبی کے ساتھ لکھنے اور اپنے کام کو کامیابی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں حاصل ہوتی ہے۔ بہتر سے بہتر اسلوب پیدا کرنے کی کوششوں سے جو مسرت حاصل ہوتی ہے اس سے بڑے سے بڑا مالدار انسان بھی واقف نہیں ہو سکتا۔ اسکو صرف ایک انشا پرداز یا فن کار کے دل ہی میں ڈھونڈنا چاہیئے

عوام میں وہی کارنامے مقبولیت حاصل کر سکتے ہیں جن کا اسلوب دلاویز اور قابل توجہ ہو اگرچہ بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے کہ اچھی سے اچھی کتابیں نقش و نگار طاق نسیان سے بڑھکر حیثیت نہیں پاتیں لیکن ایسا شاذونادر ہی ہوتا ہے اور اگر بد اتفاقی سے کسی کی نااہل تحریریں مقبولیت حاصل کر لیں تو آپ حسد نہ کیجئے۔ صحیح انشا پرداز یا فن کار کبھی حاسد نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ حسد کرنے لگے تو نہ صرف اس کے ذوق فن پر اثر پڑے گا بلکہ بے سود بھی ہوگا۔ وہ کسی طرح اسکی مقبولیت کو چھین نہیں سکتا۔ اُس کے لئے صرف یہی تسلی اور انعام کافی ہے کہ وہ خود اپنے کام میں مسرت حاصل کرنا سیکھے اور اُس کے اسباب پیدا کرے۔

اپج پیدا کرنا

جب آپ لکھنے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو آپ کے قلم سے سب سے پہلے وہی عام لفظ اور جملے نکلنے لگتے ہیں جنہیں آپ اپنی روزمرہ کی زندگی میں بار بار سنتے یا پڑھتے ہیں لیکن انکے استعمال میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس بات کی پیہم کوشش کیجئے کہ اپنے خیالات کو خاص اپنی ہی زبان میں ادا کیا جاسکے۔ پامال اور عام ترکیبوں کا استعمال آپ کی تحریر میں تقناطیسی کشش پیدا نہیں کرسکتا۔

جہاں آپ نے مضمون یا افسانہ لکھ لیا اُس پر نظر ثانی کیجئے اور دیکھئے کہ اس قسم کی کوئی پامال فرسودہ اور عام طور پر مستعمل ترکیبیں باقی تو نہیں رہ گئیں۔ ساتھ ہی ہر لفظ کو جانچئے معلوم کیجئے کہ اس میں کہاں تک مناسبت تازگی اور شگفتگی پائی جاتی ہے۔

املائے تحریر اور پھر نظر ثانی میں زحمتیں اٹھانا کامیاب انشا پردازی کا ایک بڑا راز ہے

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض دفعہ زیادہ کانٹ چھانٹ اور بار بار کی نظر ثانی تحریر کی جدت اور دلکشی میں جان باقی نہیں رکھتی لیکن یہ یاد رکھئے کہ بغیر مسلسل محنت اور خاص زحمت کے وہ انشا پرداز جنکی کامیابیاں دنیا میں روز روشن بن چکی ہیں اپنی زندگیوں کو معمولی منشیوں ہی کی حیثیت میں ختم کر دیتے۔ اپج حاصل کرنے کے لئے زحمتیں اٹھانا لازمی ہے بغیر کانٹ چھانٹ، اصلی تخیل، اور سوچ بچار کے ایک فطری اور ذاتی اسلوب نہیں بن سکتا اور بغیر ایک فطری اور ذاتی اسلوب کے آپ کی تحریریں انفرادیت نہیں پیدا ہو سکتی۔ نیز یہ امر ہمیشہ ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ انفرادیت فن لطیف کے ہر شعبہ اور ہر پہلو میں نئی روح دوڑا دیتی ہے اور اہل ذوق اسی کو اچھی چیز سمجھنے لگتے ہیں۔

نو مشق انشا پردازوں کو چاہئے کہ ہمیشہ اس حقیقت حال کو مد نظر رکھیں کہ ہر زبان کے ادبی شہ کار زیادہ تر وہی ہوتے ہیں جن کے لئے ان کے مصنفوں نے خاصہ وقت صرف کیا ہے اور جو کافی محنت اور توجہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ تاریخ ادب اردو پر نظر رکھنے والے اس واقعہ کو نہیں بھول سکتے کہ محمد حسین آزاد مرحوم جن کی کتابیں آج اردو کے لئے مایۂ ناز ہیں اور اپنے بے نظیر اسلوب کے باعث ادبیات عالیہ مانی جاتی ہیں اپنی تحریریں متعدد بار کانٹ چھانٹ کیا کرتے تھے چنانچہ ان کی بعض تحریروں کے جو مسودے اسوقت موجود ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں ایک ایک لفظ کے لئے کتنی محنت اور تلاش اور ذوق ادب سے کام لینا پڑا ہے۔ ایک جملہ لکھنے کے بعد جب اُسے دو دو تین تین دفعہ کاٹنے کی ضرورت پڑتی اور اس جملہ کے اطراف کی خالی جگہ ان کے ترمیمی جملوں سے بھر جاتی تو وہ مجبور ہو کر اس جملہ پر کاغذ کی ایک چیپی لگا دیتے۔ اکثر دفعہ تو ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی جملہ کے لئے پے در پے کاغذ کی کئی چیپیاں لگائی گئی ہیں۔

یہی غیر معمولی محنت اور توجہ تھی جس کی بنا پر آج آزاد کا اسلوب بے نظیر سمجھا جاتا ہے

اور دوسرے انشا پردازوں کیلئے ناقابل تقلید ہے۔

یہی حال اردو کے ایک بہت بڑے ادیب علامہ شبلی نعمانی کی تحریروں کا ہے۔ ان کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہ اپنے ذاتی مسودوں کی طباعت کے لئے کتابت ہو جانے کے بعد بھی کاپیوں اور پروفوں کو نہایت احتیاط اور توجہ سے دیکھتے تھے اور ایک ایک لفظ میں ترمیم کرتے تھے۔

یہ تو ہماری زبان اردو کا ذکر تھا۔ دنیا کی دوسری زبانوں میں اگر اس قسم کے واقعات کی تلاش کی جائے تو سینکڑوں مثالیں دستیاب ہو سکیں گی اور ان کے نقل کرنے کیلئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت ہو گی۔ تاہم ان حضرات کی خاطر جو ہر خیال کا ثبوت انگریزی زبان کے کسی مصنف یا کتاب سے حاصل کرنا چاہتے ہیں دو چار مثالیں یہاں درج کی جاتی ہے۔

سب سے واضح مثال گذشتہ صدی کے سب سے بڑے انگریز شاعر لارڈ ٹنی سن کے کلام کی ہے۔ وہ اپنی نظموں میں اس قدر ترمیم کیا کرتا تھا کہ جب کبھی اس کے کلیات کی نئی طبع (ایڈیشن) شایع ہوتی تو اسکی اکثر نظمیں بہت کچھ تبدیل شدہ شکل میں پائی جاتیں۔

دوسری مثال انگریزی کے ایک بہت بڑے نثر نویس کارلائل کی تحریروں کی ہے۔ وہ اُن میں آخر دم تک اتنی تبدیلیاں کیا کرتا تھا کہ آخر کار خود اہل مطبع اُس کی کتابوں کے شایع کرنے سے احتراز کرنے لگے تھے۔

لندن کے مشہور آفاق برٹش میوزیم میں کئی مصنفوں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے متعدد مسودے موجود ہیں جن پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے اور مشاق انشا پردازوں نے بھی ایک ایک سطر میں کئی کئی بار ترمیمیں کی ہیں۔

وحید الدین سلیم فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے اخبار کے لئے کوئی مضمون ایسا نہیں تیار کیا جس پر تین تین چار چار دفعہ انہیں نظر ثانی نہ کرنی پڑی ہو۔ کمزور ترکیبوں کے دور کرنے، جملوں میں جان ڈالنے، بھونڈی صفتوں کو ہٹا کر طاقتور اور واضح صفتوں کے شامل کرنے، بھدّے فعلوں کو بدلنے اور ہر جملہ کی موسیقیت کے خوشگوار بنانے کی مشق اور مسلسل مشق سے ان کے اسلوب میں انتہا کی سادگی، جوش اور موسیقیت پیدا ہو گئی تھی، وہ اپنے شاگردوں کے مضمونوں میں بھی انہی خصوصیات کے لحاظ سے کانٹ چھانٹ کیا کرتے تھے اور اس بارے میں اس قدر شدت پسند تھے کہ بعض دفعہ طالب علم ان کے یہاں سے اپنے کام کی نسبت نہایت مایوس کن احساسات لیکر واپس ہوتے تھے۔ جب میں اپنی تصنیف "روح تنقید" کے حصے سنانے کے لئے کالج کے وقت کے بعد ان کے یہاں جایا کرتا تو اُن کے ہر پارے، اور بعض دفعہ ہر جملے کے دہرا دہرا کر سننے اور ترکیبوں کی تبدیلی سے اس قدر اکتا جاتا تھا کہ مکان جاتے وقت تمام راستہ اسی کشمکش میں گذر جاتا کہ کل مولوی صاحب کے یہاں کتاب سنانے جاؤں بھی یا نہیں۔

اسی سلسلہ میں نئے انشا پردازوں کی تسلی کے لئے اس حقیقت کا اظہار بھی ضروری ہے کہ یہ زحمت اور کانٹ چھانٹ ایک عرصہ کے بعد غیر ضروری ہو جاتی ہے مسلسل مشق کی وجہ سے اکثر کہنہ مشق انشا پرداز اس قابل ہو جاتے ہیں کہ بغیر جھجک اور روک ٹوک کے بہتر سے بہتر عبارتوں کی تخلیق کر سکیں۔ اور گو اس وقت اعلےٰ نتیجے صرف چند ہی گھنٹوں میں نمودار ہو سکیں گے لیکن یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ نمودار کرنے کی یہ قوت کتنے برسوں کی پیہم زحمت کا نتیجہ ہے۔

آپ کے خیالات جس طرح کے ہوتے ہیں آپ کا قلم انہیں اسی طرح کی زبان میں قلمبند کرتا ہے اگر آپ کا دماغ دقیانوسی خیالات سے معمور ہو اور پرانی لکیروں کا فقیر بنا رہے اور پھر آپ کو

اپنی تحریر میں تازگی یا جدت کے آثار نظر آئیں تو سمجھ لیجئے کہ یا تو آپ دھوکہ کھا رہے ہیں یا آپکی تحریر ایک معجزہ ہے۔

اگر آپ کا ذہن تھکا ہوا یا سست ہو گیا ہو تو آپ کی تحریر میں شگفتگی ہرگز نہیں پیدا ہو سکتی۔ اپنے خیالات کو ہمیشہ نئے نئے اور غیر معمولی راستوں سے باہر لے آئیے اور اپنے ذہنی پیکروں کو ہر وقت نت نئے لباس میں ملبوس کیا کیجئے۔

پیش پا افتادہ ترکیبیں اور قدیم روایتی جملے عام طور پر آدھے آدھے خیالات کے حامل ہوتے ہیں۔ ہوشیار انشا پرداز ان کے مطلب سے واقف ہو جاتا ہے لیکن انہیں اپنی تحریر میں گھسنے نہیں دیتا اور انکی جگہ چند ایسی نئی نئی اور تازہ ترکیبوں کو روشناس کرتا ہے جو اس کے کلام میں انفرادیت اور قوت پیدا کر دیتی ہیں۔

فرانس کا ایک مشہور فن کار فلابیرٹ وہاں کے ایک بہترین فسانہ نگار گی دے موپاساں کو مشورہ دیتا ہے کہ

> "ہر اس بات پر جسکو کوئی شخص ظاہر کرنا چاہتا ہے کافی توجہ کے ساتھ نظر ڈال لینی چاہئیے اور کافی عرصہ تک تاکہ یہ ظاہر ہو سکے کہ اس میں کوئی ایسا پہلو ہے جس کو ابتک کسی نے یا تو نہیں دیکھا یا ظاہر نہیں کیا۔ سب سے چھوٹی شے میں بھی کوئی نہ کوئی چیز ایسی موجود ہے جو نامعلوم ہے۔ اسکو دریافت کرو۔ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو اس کے ظاہر کرنے کیلئے ایک ہی اسم ہوگا اس میں روح پھونکنے کیلئے ایک ہی فعل ملے گا اور اس کو واضح کرنے کیلئے صرف ایک ہی صفت ہو گی پس ڈھونڈو حتیٰ کہ وہی اسم، وہی فعل اور وہی صفت دستیاب ہو جائے کبھی "تقریباً" پر قانع نہ رہو۔ کبھی لفظی چال نہ چلو خواہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، اور

مشکل دور کرنے کیلئے زبان کی بے ہودگیوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ، یہ ہے طریقہ اپنج حاصل کرنے کا۔

فنِ اجمال

ابچ پیدا کرنے کی کوشش کے بعد انشا پردازی کا سب سے اہم گر جس کا سیکھنا ہر نومشق ادیب کے لئے ضروری ہے مختصر سے مختصر طریقہ پر اپنے خیالات کو ادا کرنے سے متعلق ہے۔ خواہ آپ مضمون لکھیں یا افسانہ اگر کم سے کم لفظوں میں اپنے مطلب کو ادا کر سکیں تو آپ کی تحریر کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جتنا زیادہ کسی مسودہ میں آپ کانٹ چھانٹ کریں گے اتنا ہی آپ کی تحریر پڑھنے والوں کی دلچسپی کو برقرار رکھے گی اور اُن کی تعداد میں اضافہ کرے گی۔

نومشق انشا پردازوں کی سب سے بڑی پہچان یہی ہے کہ وہ اپنے موضوع پر فوراً اظہار خیال شروع نہیں کر دیتے بلکہ طویل سے طویل تمہیدیں قلمبند کرتے چلے جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے موضوع کو روشناس کرنے کیلئے لازمی ہے کہ چند ابتدائی جملے ایسے ضرور لکھیں جائیں جن سے اگر اپنی قوت تحریر ظاہر نہ ہوتی ہو تو کم از کم پڑھنے والوں کو یہ تو معلوم ہو جائے کہ میرے موضوع کا مالہ و ماعلیہ کیا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کی جملہ تمہیدیں اور طویل آغازی بیانات بالعموم

مصنف کے احساس پستی کو واضح کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ لکھنے والے میں ابھی یہ قدرت نہیں پیدا ہوئی ہے کہ وہ راست موضوع پر خیال آرائی شروع کرے۔

اعلیٰ پایہ کے انشا پرداز کبھی تمہید میں یا مضمون کے درمیان غیر ضروری بیانات اور مباحث لکھکر اپنا اور پڑھنے والوں کا وقت ضائع نہیں کرتے۔ اسکے برخلاف نئے انشا پرداز کی طبیعت کا اقتضا ہی یہ رہتا ہے کہ وہ غیر ضروری امور کو شامل کرنے لگتا ہے، اور معمولی معمولی اور مختصر سے خیالات کیلئے طویل سے طویل جملے اور ضرورت سے زیادہ الفاظ استعمال کرتا ہے۔

مشکل یہ ہے کہ اکثر نئے مضمون نگار اپنی تحریروں کو مختصر کرنے میں آسانی سے کامیاب بھی نہیں ہو سکتے۔ وہ جب کبھی اس غرض سے مضمون پر نظر ثانی کرتے ہیں تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ انکا ہر جملہ کار آمد اور ضروری ہے۔ اس لئے ہر نو مشق انشا پرداز کو چاہئیے کہ وہ بار بار اپنے مضمون کو پڑھے اور اس وقت تک مطمئن نہ ہو جب تک کہ اس کے مضمون کے دو چار ابتدائی جملے کٹ نہ جائیں

اپنے مضمون یا مقالہ کے اصل موضوع یا اپنے افسانہ کے صحیح نقطۂ عمل اور نہج ارتقا کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے۔ ان کا خیال چھوڑا اور بھٹکے۔ خاصکر جدید ترین رجحانات اور معیار ادب کے لحاظ سے ضمنی اور طفیلی باتوں یا خیالات کا اظہار مصنف کی روشن خیالی پر دھبہ لگاتا ہے۔

اگر آپ یہ خیال کریں گے کہ ذیلی اور ضمنی باتوں کی وضاحت سے اپنی ہمہ دانی اور قوت تحریر کا مظاہرہ کروں اور چونکہ بعض اعلیٰ پایہ کے قدیم مصنفین نے بھی اسی طرح اپنی وسعت معلومات کا سکہ بٹھایا ہے اس لئے میں بھی کامیاب رہوں گا تو سمجھ لیجئے کہ آپ گمراہی کی طرف مائل ہیں۔ بہت ممکن ہے کسی سادہ لوح پڑھنے والے پر آپ کی وسعت معلومات کا رعب چھا جائے لیکن یہ یقینی ہے کہ ہر صاحب ذوق آپ کی تحریر کا مطالعہ ختم کرنے سے پہلے ہی آپکی انشا پردازی کے

متعلق سوءِ ظن پیدا کرلے گا اور سمجھ جائے گا کہ آپ میں ابھی لکھنے کا سلیقہ نہیں پیدا ہوا ہے۔

بعض نو مشق انشاپردازوں کو ایک اور غلط فہمی سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے وہ اپنی تحریروں میں اپنی ذات یا شخصیت کے اظہار کو دلچسپی کا باعث سمجھتے ہیں اور جگہ جگہ اپنے تجربات یا ذاتی حالات کے اظہار کے لئے عمداً اپنا ذکر لے آتے ہیں وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ طریقۂ کار ایک تو لایعنی طوالت کا موجب ہوتا ہے اور دوسرے اسکی وجہ سے اندیشہ ہے کہ ان کو ابتدا ہی سے خود نمائی کی عادت پڑ جائے۔ پڑھنے والے ان دونوں باتوں سے ناخوش ہوتے ہیں اس لئے سوائے اس فسانہ کے جس میں صیغہ متکلم سے کام لیا جا رہا ہو نوآموز مصنف کو کہیں اپنی ہستی ظاہر نہ کرنی چاہیے

آخر میں اس امر کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے کہ اکثر چھوٹے چھوٹے الفاظ بڑے بڑے مطالب پر حاوی ہوتے ہیں اور یہ انشاپرداز کا اولین فرض ہے کہ انہیں تلاش کرے۔ ہر وقت ایسے جامع الفاظ کا انتخاب کیجئے جو آپکے خیالات اور مطالب کا بوجھ اچھی طرح برداشت کر سکتے ہوں۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں کہ آپکے جملوں میں ایسے الفاظ پائے جائیں جو آپکا مطلب واضح کرنے کیلئے ضروری نہیں ہیں اور بھرتی کے الفاظ سمجھے جائیں۔

اکثر دفعہ زیادہ سے زیادہ مشہور اور پختہ کار مصنف بھی اپنی تحریروں کو بھرتی کے لفظوں سے اس وقت تک محفوظ نہیں رکھ سکتے جب تک کہ انکی نظر ثانی اس بیکار عنصر کو نکال باہر نہ کرے۔ بہت سے اعلیٰ درجہ کے انشاپرداز نظر ثانی (یا کانٹ چھانٹ) میں اصل لکھنے سے زیادہ وقت صرف کرتے ہیں اور یورپ کے ایک مشہور زندہ ادیب کے متعلق تو کہا جاتا ہے کہ وہ اس وقت تک اپنے کام سے مطمئن نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے فسانہ کے مسودہ کا آدھا حصہ تلف نہ کر دیتا ہو۔

مخصوص موضوعوں پر لکھنا

جب آپ انشا پردازی کے لئے موضوع اور خیالات کی تلاش کر رہے ہیں تو بہت جلد معلوم کر لیں گے کہ کم از کم ایک موضوع ایسا ضرور ہے جس کی طرف آپ بے تحاشہ بڑھتے ہیں یا اس کی وجہ غالباً یہی ہو گی کہ اس خاص موضوع کے متعلق آپ کی معلومات یا تجربے نسبتاً زیادہ ہوں گے۔ اور جنھیں بیان کرنے میں آپ کو کسی قسم کی رکاوٹ یا زحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ یا وہ ایک ایسا موضوع بھی ہو سکتا ہے جس میں یا جس کے متعلقہ امور میں آپ کو انشا پردازی شروع کرنے سے بہت پہلے ہی سے دلچسپی رہی ہو۔ اب آپ سوچیں گے کہ آیا میں ایسے موضوع کے لئے خود کو وقف کر دوں؟ اور واقعہ یہ ہے کہ کبھی نہ کبھی آپ کے ذہن میں یہ خیال ضرور ٹکرائے گا کہ آیا کسی ایک ہی موضوع کا مخصوص انشا پرداز بننا ضروری ہے یا نہیں

یورپ کے اکثر بہترین ادیبوں کی رائے ہے کہ انشا پردازی کی ابتداء کرنے والا اپنی دلچسپی کے مطابق کسی موضوع کو اپنے لئے مخصوص کر لے تو زیادہ مناسب ہے۔ ان کا یہ مشورہ

اس خیال پر مبنی ہے کہ انشا پرداز ایسے خیالات اور معلومات کے ساتھ اپنی تحریروں کا آغاز کرتا ہے جو جانے بوجھے ہوتے ہیں اور جو راہ و رسم انشا پردازی سے اس کو آسانی کے ساتھ روشناس کرا سکتے ہیں۔ ایک اور وجہ یہ ہے کہ لکھنے والا جب کسی موضوع سے پہلے ہی سے واقف ہوتا ہے تو اس کی نسبت کامل وثوق اور خود اعتمادی کے ساتھ لکھ سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بغیر وثوق اور خود اعتمادی کے کوئی انشا پرداز اپنی تحریروں کو کامیاب نہیں بنا سکتا۔

یہ بہت ممکن ہے کہ آپ کو ابتدا میں کوئی ایسا موضوع نظر نہ آئے جس کی طرف آپ شوق سے بڑھ سکیں لیکن آپ کو چاہئیے کہ اس قسم کا موضوع دریافت کرنے کی کوشش کریں دنیا جہان کے علوم و فنون میں کوئی نہ کوئی شاخ ایسی ضرور نکلے گی جس کی طرف آپ توجہ کرنا چاہیں گے۔ اگر آپ کی زندگی کا کوئی حصہ دیہات میں گذرا ہو تو آپ کھلے میدانوں سے متعلق اور دیہاتی زندگی اور فن زراعت کے متفرق پہلوؤں پر دلچسپ سے دلچسپ اور مفید مضمون اور فسانے لکھکر اپنی انشا پردازی کی ابتداء کر سکتے ہیں۔ یا اگر آپ کو مطالعے کا زیادہ شوق ہے تو آپ ہر کتاب کو پڑھنے کے بعد اس کی نسبت اپنے خیال کا اظہار بذریعۂ تحریر کر سکتے ہیں۔ اور آپ کی یہ تحریریں خود بخود ادبی انشا پردازی کی شکل میں منتقل ہوتی جائیں گی

کتاب کے متعلق لکھنے کے علاوہ خود مصنف کی ذات اور اس کے حالات و خیالات کی نسبت بھی طرح طرح کے دلچسپ مضامین قلمبند کئے جا سکتے ہیں جب آپ کو مطالعہ کا شوق ہے تو مختلف تذکروں اور تاریخی تحریروں میں اور خود مصنف کی تصنیفات میں اس پر لکھنے کیلئے کافی مواد حاصل ہو سکتا ہے۔ اردو میں سیرت نگاری کی طرف ابھی کماحقہ توجہ نہیں کی گئی ہے

بہت سے شاعر اور ادیب ایسے ہیں جن کو روشناس کرنے کی ضرورت ہے اور جن کی وجہ سے کیا تعجب ہے کہ آپ کی انشاپردازی بھی مقبول ہو جائے اکثر زبانوں کی ادبی تاریخ میں ایسے انشاپردازوں کے نام نظر سے گذرتے ہیں جنھوں نے اپنی یا کسی دوسری زبان کے کسی بڑے ادیب اور اس کے کارناموں کو روشناس کرنے یا ان کا ترجمہ کرنے کے سلسلہ میں خود بھی شہرت جاودانی حاصل کر لی ہے۔

اردو میں اعلےٰ درجہ کی سوانح عمریاں بہت کم ہیں۔ خاصکر عہد حاضر میں کوئی انشاپرداز ایسا نظر نہیں آتا جو اس طرف متوجہ ہو۔ حالانکہ یہ ایسی صنف ادب ہے جسکی ہمارے ادبی خزانہ میں قابل افسوس کمی ہے اور جس کی وجہ سے بہت جلد کسی کی انشاپردازی مقبول ہو سکتی ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کتابی صورت میں طویل سوانح عمریاں ہی لکھیں۔ گذشتہ اور موجودہ شاعروں اور ادیبوں کی حیات یا اُن کی زندگی کے کسی نہ کسی پہلو پر چھوٹے چھوٹے دلچسپ اور پر از معلومات مضامین لکھے جا سکتے ہیں۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے مضامین جو نذیر احمد اور وحیدالدین سلیم کے بعض حالات پر لکھے گئے ہیں اسی صنف ادب کے بہترین نمونے ہیں۔ انکا مطالعہ کیجئے، اور اگر آپ کی طبیعت میں ظرافت نہ ہو تو سنجیدہ مضمون ہی میں علمی اور تاریخی دلچسپی پیدا کرنیکی کوشش کیجئے۔

ادبی شخصیتوں پر لکھنے کے علاوہ سینکڑوں تاریخی ہستیاں بھی توجہ کی محتاج ہیں اور انکی حیات اور کارنامے بھی اچھے اچھے مضمونوں بلکہ کتابوں کے موضوع بن سکتے ہیں۔ ضرورت لکھنے والوں کی ہے دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں مثلاً انگریزی فرانسیسی اور جرمن وغیرہ میں تو موضوعوں کی کمی ہے اور لکھنے والے زیادہ ہیں لیکن اہل اردو بہت خوش قسمت ہیں اور ہماری زبان کے نوجوانوں کو اپنی انشاپردازی میں ترقی اور سرخروی حاصل کرنیکے ابھی زرین موقعے حاصل ہیں۔

مخصوص موضوعوں سے ابتدا کرنے والوں کو اس بات کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے کہ فنی اصطلاحوں کی کثرت اور معلومات کے خشک اظہار سے حتی الامکان پرہیز کریں فنی موضوعوں کے دلچسپ پیرائے میں بھی مضامین لکھے جاسکتے ہیں۔ اور یہ ایک طالب علم بھی جانتا ہے کہ دلکشی پیدا کئے بغیر انشاپرداز کو ہرگز مقبولیت حاصل نہیں ہوتی۔

جو لوگ ایسے موضوع اپنے لئے مخصوص کر لیتے ہیں جو عام دلچسپی کا باعث بن سکیں بہت جلد انشاپردازوں کی فہرست میں شامل کر لئے جاتے ہیں۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص انسان کی صحت اور اس سے متعلقہ موضوعوں پر لطف اندوز اسلوب میں انشاپردازی شروع کر دے تو یقین ہے کہ اس کے مضامین ہر رسالہ میں شائع ہوسکیں گے اور پڑھنے والے فرصت اولیں میں ان پر نظر ڈالیں گے۔

موضوع مخصوص کر لینے کے بعد کسی شخص کو یہ بھول نہیں جانا چاہئے کہ کامیاب انشاپرداز وہی ہوتا ہے جس کی دلچسپیاں وسیع ہوں۔ ایک ہی موضوع میں محو ہو جانا، اور زندگی کے عام حالات و خیالات سے قطع تعلق کر لینا انشاپردازانہ خودکشی ہے۔ ایک انشاپرداز کے لئے "ہر فن مولا" ہونا سب سے زیادہ کامگاری کی دلیل ہے۔ اس کو چاہئے کہ کارزار ہستی اور اس کے کاروبار پر بے تعصبی کے ساتھ نظر ڈالے اور انسانوں کی روزمرہ کی زندگیوں پر جو چیزیں اثر ڈالا کرتی ہیں ان کا گہرا اور ہمدردانہ مطالعہ کرتا رہے۔ معلومات کے اضافے اور وسیع نظری میں ہمیشہ چولی دامن کا سا تعلق رہا کرتا ہے۔ جو انشاپرداز صحیح طور پر ترقی کرنا چاہتا ہے ہمیشہ ایسے موقعوں کا متلاشی رہتا ہے جن کی وجہ سے وہ اپنی دلچسپیوں کے دائرہ کو وسیع تر کر سکے وہ چھوٹے سے چھوٹے موضوع پر بھی اسی توجہ سے کام کرتا ہے جو بڑے سے بڑے موضوع کیلئے درکار ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے پیشے کی ہر شاخ کا ایک سچا اور کامیاب مخصوص انشاپرداز بن جاتا ہے۔

ظرافت نگاری

اردو زبان میں صحیح ظریفانہ ادب کی قابل افسوس کمی ہے۔ دکن اور شمال کی اسلامی سلطنتوں کے زوال کے زمانہ میں بعض اردو شاعروں نے اس صنف کی طرف بھی کچھ توجہ کی تھی لیکن زوال آمادہ قوم کا مذاق کچھ ایسا ہوتا جارہا تھا کہ بدقسمتی سے ان شاعروں اور ادیبوں کی اکثر کوششیں مبتذل ہجویہ نظموں کی شکل میں نمودار ہونے لگیں اور اگرچہ اب بھی وہ (مطبوعہ شکل میں یا مخطوطہ کی صورت میں) موجود ہیں لیکن ان کے مطالعہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔

اگر اُس زمانہ میں صحیح ظریفانہ اور ہجویہ انداز قائم ہوجاتا تو کوئی تعجب نہیں کہ آج ہماری زبان ظرافت نگاری کے بہترین ذخیرہ کی مالک ہوجاتی اور ایک ضروری صنف ادب پر بری طرح ظلم نہ ہونے پاتا۔

انگریزی حکومت کے قیام کے بعد برج نرائن چکبست اور عبدالحلیم شرر کے

ادبی اختلاف آرا دنے پھر اس صنف کو روشناس کرایا لیکن اس وقت بھی اس کا خاتمہ تخریبی پہلو کی زیادتی پر ہوا۔ "اودھ پنچ" نے ایک زمانہ تک ظرافت نگاری کا اچھا معیار قایم رکھا اور اس کی کوششیں یقیناً قابل داد ہیں۔ اردو ظرافت نگاری کی تاریخ لکھنو کے عظیم الشان انشاپردازوں کے احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی اور سچ تو یہ ہے کہ انہی سے اس کا آغاز بھی ہوتا ہے۔

مغربی ادبیات کے عام اثر کے بعد دیگر مختلف مقامات کے ادیبوں نے بھی اس صنف انشاپردازی کی طرف توجہ کی اور جن وقیع انشاپردازوں کی تحریروں میں ظرافت کی جھلکیں نظر آتی ہیں ان میں ظفر علی خاں، مہدی حسن افادی، عظمت اللہ خاں، خواجہ حسن نظامی، رشید احمد صدیقی، اور ملا رموزی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مہدی حسن، اور عظمت اللہ خاں کی جواں مرگی نے اردو ادب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ بہت ممکن تھا کہ انکا قلم اردو میں اس صنف ادب کے اور بھی قابل تحسین اضافے کرتا۔

متذکرہ بالا انشاپردازوں کے علاوہ پنجاب اور دکن میں کئی اور ظرافت نگار موجود ہیں مثلاً پطرس، اسلم، آغا حیدر حسن، فرحت اللہ بیگ، تمکین کاظمی وغیرہ جو اردو ادب کے قلیل سرمایہ میں پرلطف اضافے کر رہے ہیں۔ اور موجودہ رفتار ترقی کے لحاظ سے کوئی تعجب نہیں ہے اگر مستقبل قریب میں اردو کا خزانہ اس صنف ادب سے بھی مالامال ہوجائے۔ مگر ضرورت ہے کہ ہمارے وہ نوجوان جو انشاپردازی سے دلچسپی رکھتے ہیں ظرافت نگاری کی طرف بھی خاص طور پر متوجہ ہوں۔ کچھ عرصہ سے اردو کے روزانہ ہفتہ وار اور ماہوار جریدوں میں بھی ہماری نظر سے کبھی کبھی ظرافت نگاری کے اچھے نمونے گذرتے ہیں لیکن ان میں ابھی احتیاط اور

ترقی کی گنجائش ہے۔

ہمارے ظرافت نگاروں کو اس امر کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ اپنی تحریروں کو جا و
بے جا اور پامال مذاقیہ جملوں اور فقروں سے معمور نہ ہونے دیں اور نہ ہی خواہ مخواہ مضمون کو
طوالت دیں۔ جہاں ظرافت کی دلچسپی کم ہوتی نظر آتی ہے اعلیٰ درجہ کے ظرافت نگار اپنی
تحریر کو فوراً ختم کر دیتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اس خیال کو پیش نظر رکھتے ہیں کہ ان کے اسلوب میں
کہیں غیر موزونیت اور دلشکن اثرات تو نہیں مرتب ہو رہے ہیں۔

ظرافت نگاری کا ایک اہم راز جس سے نومشق انشا پرداز اکثر ناواقف ہوتے ہیں
اسلوب کی سلاست اور بے تکلفی ہے۔ جہاں ظریفانہ تحریروں میں تکلف اور آورد نمایاں ہوا
اس کا سارا مقصد فوت ہو گیا۔ کامیاب ظرافت نگار کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیتے کہ
ان کی ظریفانہ تحریریں محنت اور جانکاہی کا نتیجہ ہیں۔

اگرچہ مذاق کے حسن و قبح کا کوئی ایک معیار قرار دینا بہت مشکل ہے تاہم ضرورت ہے کہ
ہمارے نوجوان انشا پرداز اپنے ذوق سلیم سے حتی الوسع کام لینے کے علاوہ اس فن سے
متعلق دوسری زبانوں کی معیاری تحریروں کا بھی مطالعہ کریں۔ اور کیا ہی اچھا ہو اگر کوئی
باہمت نوجوان مذاق مذاق میں اس فن کے متعلق دوسری زبان کی کسی کار آمد مزاحیہ
کتاب کا اردو ترجمہ کر دے۔

زبان اردو میں بھی اس صنف انشا پردازی کے متعلق بعض اچھے مضامین شائع
ہو چکے ہیں جن میں ظریفانہ مضامین کے متفرق مجموعوں کے مقدمات وغیرہ کے علاوہ

پروفیسر رشید احمد صدیقی کے مضامین خاصکر مطالعہ کے قابل ہیں کیوں کہ ان میں ظرافت نگاری پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

ظریفانہ مضمونوں کے لئے موضوعوں کی کوئی کمی نہیں ہوسکتی۔ اگر آپ کی طبیعت کو اس سے لگاؤ ہے اور آپ بات میں بات پیدا کرسکتے ہیں تو ذرا سی توجہ میں کماحقہٗ کامیاب ہوسکیں گے۔ فن انشا پردازی کے کسی شعبہ میں اس قدر جلد شہرت اور کامگاری نصیب نہیں ہوسکتی۔

ظریفانہ مضمونوں کے سوا اسی طرز کے فسانے بھی لکھے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ مغربی ممالک کی زبانوں میں اس صنف ادب کو خاص مقبولیت حاصل ہے۔ وہاں ظرافت کے پردے میں بعض ایسی ایسی کام کی باتیں کی جاتی ہیں جو اعلےٰ سے اعلےٰ سیاسی اور معاشرتی مضامین اور تقریروں میں نہیں کی جاسکتیں۔

ظریفانہ فسانہ نگاری کے اصول کم وبیش وہی ہیں جو سنجیدہ فسانوں سے متعلق ہیں جن کا تذکرہ اسی کتاب کے آیندہ صفحات میں مندرج رہے گا۔ ظریف فسانہ نگار کو گوناگوں آزادیاں حاصل رہتی ہیں۔ وہ اپنے قصہ کا خاکہ بناتے وقت سنجیدہ فسانہ نگار کی طرح قسم قسم کی بندشوں اور پابندیوں میں مقید نہیں رہتا۔ ظرافت کی خاطر اس کو ادھر ادھر بھٹکنے کی گنجایش مل جاتی ہے مگر اس آزادی سے بے جا فائدہ بھی نہیں اٹھانا چاہئے۔ اگر آپ کے ظریفانہ افسانہ کے واقعات عام انسانی فطرت اور روزمرہ کی زندگی کے مطابق نہوں تو آپ کا افسانہ کبھی مقبول نہیں ہوسکتا۔

موقتی مضامین اور افسانے

اُردو رسالوں اور روزناموں میں اس صنف انشا پردازی کی طرف کم توجہ کی جاتی ہے حالانکہ اس قسم کی موقتی مطبوعات کی اہمیت اور مقبولیت زیادہ تر اسی دلچسپ اور مفید جزو پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر آپ ترقی یافتہ زبانوں کے رسالوں یا روزناموں کو ایک نظر دیکھیں تو معلوم کرینگے کہ اُن کا بیشتر حصہ اسی صنف انشا پردازی سے معمور رہتا ہے اگر ہمارے بعض نوجوان انشا پرداز اس طرف متوجہ ہوں تو کوئی تعجب نہیں کہ ہمارے جرائد و رسائل کی غیر معمولی خشک دنیا دلچسپیوں اور زندگی کی لہروں سے معمور ہو جائے اور خود انشا پرداز بھی جلد سے جلد مقبولیت حاصل کر لیں۔

ہر موسم اپنے ساتھ انشا پردازوں کے لئے موضوعوں اور عنوانوں کی ایک خاص فصل کا تحفہ لے آتا ہے اور چونکہ ہر سال دنیا کے حالات و واقعات اور انسانوں کے تجربات و

خیالات میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور ہوتی رہتی ہے اس لئے اس قسم کے موضوع اور عنوان تازہ ترین دلچسپیوں سے بھی محروم نہیں رہتے۔

ابتدائے سال میں جس قسم کے موضوع مقبولیت حاصل کریں گے وہ ان عنوانوں کے تحت شایع کئے جا سکتے ہیں ۔

نئے کام ۔ نئی امیدیں ۔ دیرینہ توقعات ۔ سال گذشتہ پر نظر بازگشت وغیرہ

چونکہ مسلمانوں کا نیا سال ماہ محرم سے شروع ہوتا ہے اس لئے اس مہینہ کے مناسب تاریخی اور مذہبی مضامین کے علاوہ ایسے معاشرتی، سماجی اور اصلاحی مضامین اور افسانے بھی قلمبند کئے جا سکتے ہیں جن کے عنوان اس قبیل کے ہوں ۔

قومی قربانیاں ۔ صداقت کا بول بالا ۔ شہید وطن ۔ زندگی جاوداں ۔ حق و باطل کی تمیز وغیرہ ۔

چھٹیوں کے زمانہ کی آمد آمد اپنے ساتھ بے انتہا موضوعوں مثلاً آرام، سیر و سیاحت، تفریح، محبوب مشاغل وغیرہ کی خوش خبریاں لے آتی ہے ۔

اس قسم کے موضوعوں پر لکھنے کے لئے بہت کچھ مواد یا سرمایہ تو معمولی اور پیش پا افتادہ ذریعوں ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن انہی عام اور معمولی باتوں کو اگر ملک و قوم کے جدید ترین رجحانات اور حالات کے مطابق کر کے پیش کیا جائے گا تو کوئی وجہ نہیں کہ پڑھنے والے انکی طرف نہ جھکیں ۔

اس قسم کی انشا پردازی کا سب سے بڑا گر یہ ہے کہ جہانتک ہو سکے عام، پامال اور ظاہر امور کے سادہ بیان سے اجتناب کریں ۔ لوگ وہ بات سننا نہیں چاہتے جسکو وہ پہلے ہی سے جانتے ہوں

پامال واقعات اور عام طور پر جانی بوجھی باتیں لکھنا اور چھپوانا لکھنے والے کی اہمیت میں کمی پیدا کرتا ہے اس کارزار میں وہی انشا پرداز کامیاب ہوتا ہے جو اپنے زیرِ نظر موضوع کا بالکل نیا پہلو دکھا سکتا ہے یا اس پر جدید طرز سے روشنی ڈالتا ہے۔

اگر ہمارے نوجوان اس صنف انشا پردازی کی طرف متوجہ ہوں تو انہیں ایک چھوٹی سی بات کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہئے جو یوں تو بہت معمولی ہے مگر جس کو بھول جانے سے اکثر دفعہ نومشق انشا پردازوں کو مایوسی اور پست ہمتی سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھئے کہ اس قسم کی تحریریں وقت اور موسم سے ایک عرصہ پہلے ہی مدیروں کے یہاں پہنچ جانی چاہئیں کیوں کہ وہ بالعموم اپنی مطبوعات کی ترتیب پیشتر ہی سے کر رکھتے ہیں۔ خصوصاً رسالوں کے مضمونوں کو تو دو تین ماہ قبل ہی تیار کر لینا چاہئے۔

مضامین کی طرح موقتی افسانے بھی ہمارے انشا پردازوں کی توجہ کے منتظر ہیں یورپ اور امریکہ کے رسائل و جرائد نے اس قبیل کے افسانوں کو انتہائے عروج پر پہنچا دیا ہے۔ بہار، موسم گرما، اور کرسمس کی چھٹیوں کے وقت ہفتہ وار اور ماہوار پرچے جس آب و تاب کے ساتھ شایع ہوتے ہیں اس کی نظیریں ہمارے یہاں بہت کم ملیں گی۔ کچھ عرصہ سے پنجاب کے
۲ رسالوں نے اس کام کا آغاز کیا ہے لیکن ان میں ابھی بہت کچھ اصلاح و ترقی کی ضرورت ہے۔ مغربی ممالک کے رسالوں کی ان خاص اشاعتوں میں زیادہ تر ایسے افسانے اور مضامین درج ہوتے ہیں جو موسم اور موقعے کے مناسب حالات اور واقعات پیش کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں بھی اسلامی عیدوں یا ہندو تہواروں کے وقت جو خاص خاص نمبر شایع کئے جائیں

اُن میں وہی مختصر قصے زیادہ دلچسپی کے ساتھ پڑھے جائیں گے جن کا خاکہ انہی عیدوں یا تہواروں پر رکھا گیا ہو یا جن میں ایسے واقعات بیان کئے گئے ہوں جو کسی شخص پر اُس دن یا اُس زمانہ میں گذر سکتے ہوں۔

اس قسم کے فسانے یا مضامین لکھنا اگرچہ بظاہر دشوار معلوم ہوگا۔ لیکن اگر ہمارے نوجوان انشاپرداز یورپی رسائل کے سالناموں، یا مخصوص اشاعتوں کا ایک چھوٹا سا ذخیرہ اپنے یہاں جمع کرلیں اور ان کے قصوں کو پیش نظر رکھکر اپنے ملک کے حالات اور رسم ورواج کے مطابق افسانے تیار کرنے کی کوشش کریں تو چند ہی مشقوں کے بعد کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

عورتیں اور انشا پردازی

اردو داں عورتوں کے لئے ایک خوشنما مستقبل انتظار کر رہا ہے۔ لیکن ان میں ایسی کتنی ہیں جو اس سے ہم آغوش ہونے کی مشتاق ہیں۔ موجودہ نظام تعلیم کے لحاظ سے اردو داں عورتوں کو اعلیٰ درجہ کی تعلیم بہت کم حاصل ہو سکتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم تو کجا ہماری اکثر عورتیں دنیا کی روزمرہ کی باتوں سے بھی عام طور پر ناواقف رہتی ہیں اور ان دونوں حالتوں سے زیادہ یہ بات قابل افسوس ہے کہ جو معدودے چند عورتیں پڑھی لکھی ہوتی ہیں ان میں اگر کسی کو انشا پردازی کا شوق بھی ہوتا ہے تو وہ ایسے موضوعوں سے اپنے ذوق ادب کو سیراب کرتی ہیں جو نہ صرف ہمارے قدیم معیار شرم و حیا کے اعتبار سے قابلِ ملامت ہیں بلکہ ہماری جدید موجودہ ضروریات کے لحاظ سے بھی امید شکن، یہی وجہ ہے کہ اس وقت تک اردو میں امور خانہ داری تو خیر نسائی زندگی کے کسی شعبہ پر بھی ادب نظر نہیں آتا۔

ترقی یافتہ ملکوں میں اس قسم کے ادب کی طرف خاص طور پر توجہ کی گئی ہے۔ وہاں ایسے بے گنتی رسالے چھپتے رہتے ہیں جو صرف عورتوں کے لئے ہوتے ہیں یا جن میں صرف عورتیں ہی لکھتی ہیں۔ اور اس قماش کے رسالوں کی تعداد روز بروز اور بھی بڑھتی جاتی ہے ان مخصوص پرچوں کے علاوہ قریب قریب ہر روزانہ اخبار میں ایک دو کالم عورتوں کی ضرورتوں یا انکے مضمونوں کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ اسی طرح کامیاب رسالوں کے مدیر یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ان کے ناظرین میں صنف نازک کی کس قدر زیادہ تعداد شامل ہے اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ اپنی مطبوعات میں نسائی دلچسپی کے خاص خاص اجزا شریک کریں یہی حالت ہمارے یہاں بھی کبھی نہ کبھی پیدا ہو گی اور جلد پیدا ہو سکتی ہے اگر ہماری خواتین اپنی دوسری مشغولیتوں اور آرائش و زیبائش کے اوقات میں سے تھوڑا سا وقت اس کام کیلئے بھی نکال لیا کریں۔

روزمرہ کی ضرورتوں پر لکھنا زیادہ مفید ہے اور جلد مقبولیت حاصل کر سکتا ہے لیکن اگر کسی کا ادبی ذوق اس قسم کے موضوعوں کو معمولی اور خشک سمجھتا ہو تو عورتوں کی عادتوں اور اور طریقۂ زندگی پر نفسی نقطۂ نظر سے دلچسپ افسانے، مضمون، یا قصے لکھے جا سکتے ہیں۔ یہ بہت آسان ہے اگر کسی کو محسوس کرنا اور ظاہر کرنا آتا ہو۔ شادی، بچوں کی پرورش، میاں کیساتھ دلچسپی، ساس بہو کے تعلقات، لڑکیوں کے کھیل اور بوڑھیوں کے خاص خاص خبط اور وہم وغیرہ ایسے موضوع ہیں جن پر سینکڑوں انداز سے اظہار خیال کیا جا سکتا ہے۔

لیکن اس خیال پر زور دینے سے کہ ہماری عورتوں کو فی الحال عورتوں ہی کی معاشی ضرورتوں کے مطابق انشا پردازی کرنی چاہیئے ہمارا منشا، ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے عام موضوعوں کے لئے قلم ہی نہ اٹھائیں۔ انشا پردازی میں کامیابی اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ محنت کے ساتھ ساتھ لکھنے والے کو موضوع سے

ایک خاص شغف ہو۔ اور اگر صنفِ نازک میں کسی کو کسی علمی یا فنی مسئلہ سے دلچسپی ہو تو وہ ضرور اس پر اظہار خیال کر کے اپنی انشا پردازی کی ابتدا کر سکتی ہیں۔

یہ تو خیر ابتدا کا ذکر تھا۔ کیونکہ انشا پردازی کا آغاز ایسے ہی موضوعوں سے کرنا چاہیئے جن سے خاص دلچسپی ہو۔ لیکن صنفِ نازک کے جو افراد اس میدان میں قدم رکھ چکے ہوں اور جنہیں اس کے نشیب و فراز سے کچھ نہ کچھ واقفیت ہو گئی ہو اُن کا فرض اولیں یہ ہے کہ اپنی صنف سے متعلق فلاح و بہبودی کا خیال رکھیں۔

بچوں کے لئے لکھنا

اس صنف ادب کی طرف ہمارے یہاں کچھ توجہ ضرور کی گئی تھی خصوصاً نذیر احمد اور محمد اسمٰعیل میرٹھی وغیرہ کی دو چار کتابیں قابل ذکر ہیں لیکن ان میں بھی فن کے لحاظ سے خامیاں موجود ہیں۔ ان دو چار کتابوں کے علاوہ اردو میں چند رسالے بھی وقتاً فوقتاً شایع ہو کر بند ہوتے رہے اور یہ سب علامتیں ہیں اس امر کی کہ ہمارے یہاں بچوں کی تعلیم و تربیت کا خیال ابتدا سے قایم ہے گو اس کے طریقے رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ ترقی نہیں کرتے گئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کوششیں اُن کارناموں کی مسخ شدہ شکلیں ہوں جو ایشیا کی قدیم قوموں نے اپنی اپنی زبانوں مثلاً سنسکرت، فارسی اور عربی میں اپنی آیندہ نسلوں کی اٹھان کیلئے پیش کئے تھے۔ لیکن چند خاص خاص مثالوں کو چھوڑ کر ہمارے یہ قدیم قصے کہانیاں اس وقت اوراقِ پارینہ ہی سمجھے جانے کے مستحق ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ ہمارے نوجوان انشا پرداز موجودہ صورتِ حالات، اور علوم و فنون کی ترقیوں کو پیش نظر رکھکر اس

صنفِ ادب میں بھی خاطر خواہ اضافہ کریں۔ خاصکر عورتوں کو اس طرف ضرور توجہ کرنی چاہیئے کیونکہ وہ مردوں سے زیادہ اس قسم کی انشاءپردازی میں کمال حاصل کرسکتی ہیں۔

ہر زبان میں ایک ایسا دور گذرا ہے جب کہ پریوں اور بھوتوں اور دوسرے فوق فطری عنصروں کے قصے بچوں کی دلچسپی کے لئے تیار کئے جاتے تھے لیکن ترقی یافتہ ملکوں میں اب یہ چیز بالکل متروک ہوگئی ہے۔ جدید انکشافات اور حیرت ناک ایجادات نے بچوں کے خیالات بھوت پریت کی طرف سے ہٹا دیئے اور خود ان دلچسپ چیزوں کی جگہ لے لی۔ اب بچے فوق فطری قصوں کے معتقد نہیں ہوتے وہ خود انسانی کارناموں کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ انکے علاوہ ایسا قصہ بھی جس میں کسی ساتھی جانور سے متعلق کسی لڑکے یا لڑکی کی عجیب وغریب مہمات بیان کی گئی ہوں یا جس میں جانوروں ہی کے مہمات درج ہوں بچوں میں زیادہ مقبول ہوتا ہے۔

بچوں کے لئے لکھتے وقت نئے انشا پرداز کی ایک عام غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے بڑے پن کو چھپا نہیں سکتا اور اس کا ایک ایک لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کوئی بزرگ اپنے چھوٹے کے لئے لکھ رہا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی چیز کمسن مطالعہ کرنے والے کو رنج نہیں پہنچاتی۔ وہ مساوات کا برتاؤ چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس مصنف کی تحریریں بچوں میں زیادہ مقبولیت حاصل کرسکتی ہیں جو خود ایک بچہ بن کر اپنے ساتھی دوسرے بچوں کو قصے سناتا ہو۔ اُس کو چاہئے کہ روزمرہ کے حالات اور واقعات پر ایک بچہ ہی کی آنکھ سے نظر ڈالے اور بچوں ہی کے نقطۂ نظر کے مطابق انہیں پیش کرے۔

چھوٹی چھوٹی خوشیاں، تکلیفیں، پریشانیاں، اور واقعات بچوں کے لئے لکھنے والے مردوں یا عورتوں کے لئے اسی طرح اہم ہیں جس طرح خود بچوں کے لئے۔ ساتھ ہی بچوں کی قوت احساس اور قوتِ اقتباس کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہئے یہ نہ سمجھئے کہ بچے ہر چیز پر اعتقاد لانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ آپ کے قصہ کا موضوع یا خاکہ کیسا ہی ہو ہمیشہ اس کا خیال رکھئے کہ اُس کا حقیقت پر مبنی ہونا ضروری ہے۔

پند و نصیحت کو بالکل موقوف کر دینا چاہئے۔ اور یہی وہ جزو ہے جس کی وجہ سے اردو زبان کی اس قسم کی اکثر قدیم کوششیں جدید ترین معیار کے لحاظ سے ناقص قرار پاتی ہیں۔ ہر قصے کے آخر میں اس کا نتیجہ بیان کرنا یا نصیحت نکالنا بچوں کی فہم و احساس کی تحقیر کرنا ہے۔ وہ اپنے اپنے نتیجے نکالنے میں بہت تیز ہوتے ہیں اور ساتھ ہی اُس قصے سے وہ طبعاً ناراض ہوتے ہیں جس کے ساتھ ساتھ ان پر کوئی نصیحت پھینکی جاتی ہے۔ اگر قصہ سادگی کے ساتھ اور فطری طریقے کے مطابق بیان کیا جائے تو بچہ اس سے ایسے ایسے نتیجے نکالے گا جن کی بڑے آدمی اُس سے بہت کم توقع رکھ سکتے ہیں۔

بچوں کے لئے قصے یا مضامین لکھتے وقت مناسب ہوگا کہ ہمارے نوجوان انشا پرداز یورپ کے بعض ایسے رسالے پیش نظر رکھیں جو صرف اسی قسم کا ادب پیش کرتے ہیں اس سے اُن کے دماغ میں نہ صرف بہتر سے بہتر تجویزیں پیدا ہوتی جائیں گی بلکہ وہ بعض دفعہ گمراہ ہونے سے بھی بچ جائیں گے۔

افسانوں کے خاکے

ہماری زبان میں ادب کی اس اہم اور مفید صنف کی طرف ابھی ابھی توجہ شروع کی گئی ہے۔ اور اگرچہ دو چار اچھے فسانہ نگار پیدا ہو گئے ہیں لیکن عام طور پر اردو رسالوں میں جس قسم کے افسانے شایع ہوتے رہتے ہیں ان کا مطالعہ اُن اصحاب کو ضرور مایوس کردیگا جو روسی، فرانسیسی یا انگریزی فسانوں کا مطالعہ کر چکے ہوں۔ ضرورت ہے کہ ہمارے نئے نئے انشاپرداز اور کالجوں کے طالب علم اپنی پوری ادبی قوتوں کے ساتھ اس طرف بڑھیں۔

مختصر قصہ یا فسانہ میں عام طور پر صرف ایک ہی واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ انگلستان کے ایک کامیاب فسانہ نگار آر۔ ایچ۔ ڈیولیس نے فسانہ پیدا کرنے کا ایک عجیب لیکن کارآمد نسخہ پیش کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ

"مختصر قصہ میں روزمرہ کی زندگی کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہونا چاہیئے۔ مثلاً اخباروں ہی کی خبروں میں سے کسی ایک پر قصہ لکھا جاسکتا ہے۔"

چنانچہ اس فسانہ نگار کی عادت تھی کہ روزناموں سے خبریں لیکر اُن کے اطراف تفصیل مکالموں، اور واقعات کو اس طرح کھڑا کرتا تھا کہ وہ خبر ایک اچھا خاصہ فسانہ بنجاتی تھی۔

ایک اور انگریز مقبول فسانہ نگار آین ہیم کا خیال ہے کہ وہ قصہ بنانے کی کبھی کوشش نہیں کرتا بلکہ اس کو بننے کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ جہاں کہیں معمور چاء خانہ یا مجمع عام میں وہ دو یا تین آدمیوں کو علیحدہ دیکھ پاتا ہے تو اُن پر سوچنے لگتا ہے اور ساتھ ہی اُس کے ذہن میں قصہ بننا شروع ہوجاتا ہے جس کو وہ قلمبند کرلیتا ہے۔

آپ کہیں ہوں فسانوں کے خاکے آپ کے اطراف آپ کے سایہ کی طرح موجود رہتے ہیں وہ انشاء پرداز جس کو کائنات کی پامال سے پامال اشیاء میں بھی فسانے نظر آتے ہیں اگر چاہے تو پھولوں کے ایک گجرے یا پان کے ایک بیڑے (گلوری) ہی پر ایک زندہ قصہ بنا سکتا ہے اُس کی نظر یں اِن چیزوں کو چیرتی ہوئی آگے کو نکل جاتی ہیں۔ اور وہ ان مردوں یا عورتوں پر سوچنے لگتا ہے جو انہیں استعمال کرتی ہیں، اور پھر انکی امنگیں اور خاشیں یا اُن کی مسرتیں اور پژمردگیاں اُس کے تخیلی آئینہ پر منعکس ہونے لگتی ہیں۔

دنیا کے بعض مشہور ترین مختصر قصے صرف معمولی اور پامال واقعات یا کسی بے دھڑک فقرہ یا کسی کتاب یا اخبار کے کسی جملہ پر مبنی ہیں۔ اپنے اطراف واکناف کی چیزوں پر نظر ڈالتے وقت ہمیں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئیے کہ ہم کس طرح اُن پر قلم اٹھا سکتے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہمارے یہاں افسانوں کے خاکوں اور اجزا کا ایک ایسا ذخیرہ جمع ہوجائے گا جس کو ہم کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی طریقہ سے استعمال کرسکیں گے۔

اگر ہم شہر کے کسی روزنامہ میں یہ خبر پڑھیں کہ "ایک شخص چرائے ہوئے ہتیار فروخت کرنے کے جرم میں چالانِ عدالت کیا جانے والا تھا لیکن کل پولیس کی حوالات سے فرار ہو گیا" تو کیا ہمارے ذہن میں قصہ کا ایک ایسا خاکہ نہیں بن سکتا کہ:-

"ضلع کا ایک نوجوان تعلیم کے لئے شہر آتا ہے توقع کے خلاف کالج سے وظیفہ نہیں ملتا ضعیف بیوہ ماں کی محنت مزدوری کی کمائی تھوڑے ہی عرصہ میں ختم ہو جاتی ہے۔ طالبعلم ماں کو منا پرچا کر خاندانی بیکار پڑے ہوئے ہتیار فروخت کرنے کے لئے شہر لے آتا اور انہیں سب سے بڑے اور معتبر اسلح فروش کو دکھاتا ہے۔ دوکاندار مرعوب کرنے اور ہتیاروں کو کم قیمت میں خریدنے کی خاطر اس پر چوری کا الزام لگا کر ہتیار رکھ لیتا ہے اور کہتا ہے کہ جب تک اطمینان نہ ہو لے کہ یہ واقعی تمہاری ملک ہیں نہ انہیں خرید سکتا ہوں اور نہ تمہیں واپس دے سکتا ہوں۔

طالب علم کالج کا پتہ دے کر واپس آتا ہے اور فکر میں ہے کہ اپنی ملکیت ثابت کرے۔ دوسرے دن صدر کالج بلا بھیجتے ہیں۔ ڈرتا ہوا اجلاس پر پہنچتا ہے اور جب وہاں اسلح فروش کو بھی دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ چوری کا الزام ثابت ہو گیا۔

اسلح فروش طالب علم کے خاندانی حالات دریافت کرتا ہے اس کو تصدیق ہو جاتی ہے کہ یہ ہتیار واقعی اس کے مرحوم دادا کے ہیں جو سالار جنگ اول کے زمانہ میں سرکاری کام سے روانہ کیا گیا تھا اور پھر لا پتہ ہو گیا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ طالب علم اسلح فروش کا بھتیجا ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد یہ غریب طالب علم اسلح فروش کا داماد بنکر اسی عالیشان دوکان کا مالک ہے جس میں اس پر چوری کا الزام لگایا گیا تھا۔"

اس قصہ کو یوں بھی ختم کیا جا سکتا ہے کہ:۔

" اسلحہ فروش جب مختلف ذریعوں سے طالب علم پر ظاہر کرتا ہے کہ اس کی اکلوتی لڑکی سے شادی کرے جو ہوشیار اور خوش رو ہونے کے علاوہ تعلیم یافتہ بھی تھی نوجوان صاف انکار کر دیتا ہے۔ کچھ تو اس کو اسلحہ فروش کے ابتدائی برتاؤ کی وجہ سے نفرت ہو گئی تھی اور پھر ہندوستان کے اکثر جدید خیال نوجوانوں کی طرح اس کا عقیدہ تھا کہ صرف شادی ہی ایک ایسا معاملہ ہے جس میں انسان کو کامل آزادی خیال اور غور و فکر سے کام لینا چاہیئے۔"

روزمرہ کے حالات و واقعات سے فسانوں کے خاکے حاصل کرنے کی ایک اور مثال یہ ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے ایک دوست کی شادی میں محفل رقص و سرود کے مزے اڑا رہے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ منی جان ہمارے وضعدار ہم جماعت حامد کے ساتھ بے تکلف ہو گئی ہے۔ اور ساتھ ہی ہمارے ذہن میں ایک اچھا خاصہ فسانہ تیار ہو جاتا ہے کہ:۔

" سدی عنبر بازار کی ایک مہ لقا بارہ سال سے مالدار طبقہ کے ہر نوجوان کے تیر عشق کا ہدف بن چکی ہے اور ہر ایک کے ساتھ کچھ دنوں عہدِ وفا باندھ کر اس کے مال و دولت اور عنفوان شباب کی بہار لوٹ لینے کے بعد ایسے وقت میں اس کو ٹھکرا دیا کرتی ہے جب اس کی خاطر داریوں کے باعث نوجوان کی جاگیر کورٹ میں داخل ہو گئی ہو یا اس کی املاک ساہوکاروں کے یہاں رہن ہو گئی ہوں اور اس کے پاس سوائے مہ لقا کی الفت کے اور کچھ باقی نہ رہا ہو۔

حیدرآباد کے شریف قدیم اور متمول خاندان کا ایک چشم و چراغ امجد بھی آخر کار اس کے پھندے میں پھنس جاتا ہے۔ ملک کے شریف ترین اور اعلیٰ سے اعلیٰ خاندان اس سے

اپنی لڑکی بیاہ دینے تیار ہیں۔ لیکن وہ مہ لقا کے سوا کسی کی طرف رخ نہیں کرتا۔ اس اثنا میں اس کے باپ کا بھی انتقال ہوجاتا ہے۔ اور اب امجد بغیر کسی روک ٹوک کے اپنی تمام دولت عزت، اور شباب کو مہ لقا پر سے نثار کرنے کا تہیہ کرتا ہے۔ وہ اس وقت امجد کو کامل طور پر لوٹ لے سکتی ہے۔ لیکن اپنے سینہ میں ایک غیر معمولی جذبہ محسوس کرتی ہے گھنٹوں اس سوچ میں رہتی ہے کہ آخر کیوں نہ دوسرے بوالہوس اور عیاش نوجوانوں کی طرح اس شکار کو بھی تباہ کرڈالوں لیکن نہیں! اُس کو ایک حیرتناک انکشاف ہوتا ہے، اس دفعہ وہ خود بھی اس شکار کی محبت میں گرفتار ہوگئی ہے، اور نہیں چاہتی کہ اپنی وجہ سے امجد کو کسی طرح کا نقصان پہنچے، امجد جیسے شخص کے خود جیسی ایک کسبی کے ساتھ ناجائز تعلقات بھی اُسے بھلے نہیں معلوم ہوتے، خیال کرتی ہے کہ اس کے ساتھ نکاح کرلے لیکن وہ دیکھتی ہے کہ امجد ایک ایسے خاندان کی تنہا یادگار ہے جو شرافت اور اعلیٰ کردار کے لحاظ سے یگانۂ وطن تھے اور میں ایک ایسی عورت کی اولاد ہوں جو شاید یہ بھی نہیں بتاسکتی کہ میرا باپ کون تھا، امجد ایک انتہائی تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ اپنے اخلاق کی وجہ سے ہم عمروں میں نظیر کی طور پر پیش کیا جاتا ہے اور ملک کو اس کی ذات کے ساتھ ہزاروں امیدیں وابستہ ہیں اور میں ایک ایسی پیدائشی فاحشہ ہوں کہ اگر اپنے آشناؤں کی فہرست لکھنے بیٹھوں تو اس ملک کے بیسیوں فرقوں اور سینکڑوں پیشوں میں سے ہر فرقے یا ہر پیشے میں اگر سو پچاس نہیں تو دس بیس تو ضرور نکلیں گے۔

آخرکار وہ امجد جیسے عزیز اور گراں بہا شخص کو اپنی وجہ سے تباہ کرنے کی جگہ خود ایثار کرتی ہے۔ اور اسکی بے انتہا دولت اور اٹھتی ہوئی جوانی کے مزے لوٹنے کی خواہشوں کو اپنی پہلی اور غالباً آخری محبت کی خاطر قربان کردیتی ہے۔

امجد نشۂ محبت میں سرشار شادی کی تیاری کر چکنے کے بعد نکاح کا دن مقرر کرنے کی درخواست کرتا ہے، اور مہ لقا صد ہزار ہمت کے ساتھ سخت دل ہو کر جواب دیتی ہے کہ مجھے تم سے محبت نہیں، میں ایک اور شخص پر مرتی ہوں، امجد سمجھتا ہے کہ مہ لقا کو اس کی محبت پر اعتماد نہیں، دوسری دفعہ ایک کاغذ لکھ لاتا ہے جس کی رو سے مہ لقا اس کے تمام مال و دولت اور جائداد کی مالک قرار پاتی ہے۔

مگر دھن کی پکی مہ لقا اپنے صحیح جذبات کو روکنے کی کوشش کر کے امجد کو اس طرح دھتکارتی ہے کہ میں تم سے کسی طرح شادی نہیں کر سکتی کیونکہ میں تمہیں مرد نہیں سمجھتی"۔

یہ خاکے صرف اس لئے لکھے گئے ہیں کہ ان کو دیکھکر ہمارے نوجوان فسانہ نگار اندازہ کر سکیں گے کہ واقعی وہ اپنے گرد و پیش کی اشیاء اور روزمرہ کے واقعات ہی میں سے کسی پر دلچسپ فسانہ لکھ سکتے ہیں۔ یہ ایسی پونجی ہے جس سے ہر کس و ناکس مستفید ہو سکتا ہے، اور مجھے بڑا اطمینان ہوا جب میں نے دیکھا کہ کالج کی جماعتوں کے بعض طلبہ نے اس اشارے سے فائدہ اٹھا کر ایسے قابل تعریف فسانے بھی لکھے جن کے خاکے روزناموں کی خبروں یا کالج کی زندگی سے حاصل کئے گئے تھے۔ یقین ہے کہ اگر اسطرح مشق جاری رہے اور متعدد فسانے لکھے جائیں تو اکثر نوجوان دماغ اس قابل ہو جائینگے کہ اپنے ماحول کی ہر چیز میں سے کوئی نہ کوئی فسانہ پیدا کر سکیں۔

مختصر قصوں اور فسانوں کے خاکے حاصل کرنے اور انہیں پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ہمارے نئے فسانہ نگار ترقی یافتہ زبانوں (خصوصاً فرانسیسی، جرمن، روسی، اور انگریزی) کے بہترین فسانوں کا گہرا اور نتیجہ خیز مطالعہ کریں، خاص کر حسب ذیل انگریزی

اور فرانسیسی انشا پردازوں کے کارنامے اِس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔

انگریزی (١) اڈ گرالن پو (٢) آر۔ ال۔ اسٹی ونسن (٣) رڈیارڈ کپلنگ
(٤) ایچ۔ جی ویلس (٥) لیونرڈ میرک (٦) ڈبلیو ڈبلیو جیکبس (٧) برٹن آسٹن
فرانسیسی (١) والٹیر (٢) بالزاک (٣) ژولا (٤) دودے (٥) اناطول فرانس
(٦) موپاساں۔

اکثر نوجوان اپنی فسانہ نگاری کی ابتداء عشقیہ قصوں سے کرتے ہیں اور عام طور پر اُنکی یہ کوشش ہوتی ہے کہ خاتمہ خیر و خوبی پر مبنی ہو۔ وہ اس مقصد کے حصول کے لئے نہایت سادہ اور پامال طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یعنی خراب کردار یا رجال داستاں کو میدان سے بھگا دیتے ہیں (اکثر کسی موٹر کے حادثہ کے ذریعہ سے یا قانونی سزا سنا کر یا کوئی فوق فطری سبب پیدا کر کے) یا اپنے غریب ہیرو یا ہیروئن کی قسمتوں میں ایک حیرت انگیز اور اچانک تبدیلی پیدا کر دیتے ہیں (گھر کے کسی مدفون خزانے کے ذریعہ سے یا بالعموم کسی قدیم وراثت کی بے انتہا مال و دولت دلا کر)۔

واقعہ یہ ہے کہ ایسا قصہ لکھنا دشوار ہے جو عام اور پامال خاکوں سے مستغنی اور بلند و برتر ہو۔ اس کے حصول کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ ہمارے انشا پرداز کو ہمیشہ اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایسے خاکوں کو ترجیح دے جن میں انسانی زندگی کا کوئی ایسا معمولی واقعہ پیش کیا گیا ہو جو عام نظروں کے لئے ایک سربستہ راز کی حیثیت رکھتا ہو اور جس کی طرف اس کے ساتھیوں کی توجہ شاید ہی منعطف ہو سکتی ہو۔

ترقی یافتہ زبانوں میں آج کل روزمرہ کی زندگی کی نفسی کیفیتوں ہی پر خاص طور پر

توجہ کی جارہی ہے۔ اور وہاں وہی فسانہ نگار زیادہ مقبول ہو رہے ہیں جو اپنے فسانوں کے ذریعہ سے نہ صرف تھوڑی دیر کے لئے دلچسپی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں بلکہ خیال کے لئے کچھ غذا بھی بہم پہنچاتے ہیں۔

مضامین کے موضوعوں کی طرح افسانوں کے خاکے بھی معمولی الفاظ پر غور و خوض کرنے اور انہیں ایک دوسرے سے مربوط کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس طرح کے متعدد عنوان اس کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ پیش کئے گئے ہیں جن کے مطالعے سے فسانہ نگاری کا آغاز کرنے والوں کو نئے نئے عنوانوں کے حصول میں سہولت ہوگی۔

افسانہ لکھنا

مختصر قصہ کی زیادہ تر کامیابی ایک خیال اور محض ایک خیال کو واضح طریقہ سے منضبط کرنے پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر دنیا کے بہترین مختصر قصوں کا کوئی تجزیہ کرے تو معلوم ہوگا کہ اُن میں انسان یا انسان کی زندگی کا ایک اہم واقعہ یا کوئی انقلابی دور پیش کیا گیا ہے جو اپنی اپنی حد تک مکمل ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ وہ واقعہ پہلے اتنا اہم نہیں دکھائی دیتا تھا اور نہ وہ دور افسانہ نگار کا موضوع بننے سے پہلے در اصل انقلابی سمجھا جا سکتا تھا۔

ہر قصہ انسان کے کسی خیال، جذبہ، تیور، برتاؤ، یا عمل کی ترجمانی کرتا ہے اسلئے افسانہ نگار کو اپنے قصہ کے لئے ایک ایسا کردار منتخب کرنا چاہیئے جس کی خصوصیتوں کو وہ اچھی طرح سمجھ سکتا ہو ورنہ اسکی تخلیق بے اثر رہے گی اور پڑھنے والے اس کو مصنوعی سمجھیں گے۔ مثلاً کالج کا ایک طالب علم اُس رشک و حسد کو کبھی چھپتے ہوئے طریقہ

نہیں بیان کرسکتا جو اُسی محدود دسترخوان پر ظاہر ہوسکتا ہے جس کے اطراف ہمارے ملک کے چند اہم قومی رہبر جمع ہوں اور جہاں کچھ سنجیدگی اور کچھ ظرافت کے ساتھ ہندوستان کے متعدد فرقوں کی نسبت رائے زنی فرمائی جارہی ہو۔ ہاں اگر کسی شخص کو اس قسم کی اہم مجلسوں کی نسبت راست معلومات ہوں تو اس کی کامیابی پر شاید ہی شبہ کیا جاسکے۔ ایک طالب علم اسی قسم کے جذبات کو کسی شادی کی دعوت، طلبہ کے کسی اقامت خانہ کے ڈنر، یا کالج کی کسی تقریب کے عصرانہ کے متعلق نہایت شگفتگی اور زندہ طریقہ پر پیش کرسکیگا۔

فسانہ نگاری شروع کرنے والوں کو سب سے پہلے یہ گر سمجھ لینا چاہیئے کہ کامیاب فسانہ نگار لکھنا شروع کرنے سے پہلے اکثر پورا قصہ اپنے ذہن میں دہرا لیتے یا سوچ لیتے ہیں، اور مختصر سا خلاصہ قلمبند کئے بغیر کبھی کام شروع نہیں کرتے۔ نوآموزوں کے لئے تو خلاصہ کا قلمبند کرلینا نہایت ضروری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے لئے ابتدا میں صبر اور محنت کی عادت ڈالنے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ طریقۂ کار اختیار کئے بغیر نئے فسانہ نگار اپنے قصوں میں بہت کم تناسب باقی رکھ سکتے ہیں اس کے بغیر نہ تو اشخاص قصہ اپنی اپنی موزوں جگہ حاصل کرسکیں گے، نہ یہ معلوم ہوسکے گا کہ کہاں کہاں خیال میں تبدیلی یا اضافہ کی ضرورت ہے، اور نہ تو قصہ ہی صحیح و مناسب حالت اور موقعہ پر انجام پذیر ہوسکے گا۔ ساتھ ہی یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ موضوع کچھ ہی کیوں نہ ہو اس کا دلچسپ ہونا لازمی ہے۔ پژمردگی ہر چیز کی موت ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ فسانہ نگار قصہ لکھتے وقت اپنے

قلمبند کئے ہوئے خلاصہ کی وفاداری کے ساتھ پیروی کرنے پر مجبور نہیں ہے اکثر دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دوران کار میں مصنف کا قلم فطری رجحانات کے مطابق ایسے ایسے خیالات اور واقعات لکھ جاتا ہے جن کا اسے ابتدا میں گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کوئی تعجب نہیں اگر قلم کی یہ آزاد رفتاری بعض وقت ابتدائی سوچے ہوئے خاکے سے بہتر قصہ پیدا کرے۔

قصہ کا خلاصہ قلمبند کر لینے کے بعد اپنے مواد کو موثر ترین طریقہ پر استعمال کرنے کی ترکیب پیدا کرنا کامیاب فسانہ نگاری کا دوسرا گر ہے۔ ادبی کارناموں کی سب سے اہم خصوصیت اُن کی خوش ترتیبی ہوا کرتی ہے۔ نئے نئے انشا پردازوں کی تحریریں اپنے مصنفوں کا فوراً پتہ دیتی ہیں۔ ایک ہی نظر میں معلوم ہو جاتا ہے کہ لکھنے والا اپنے سرمایہ کو خوبی و خوش اسلوبی سے استعمال نہیں کر سکا۔ اِس گر کے پیش نظر فسانہ نگار کو حسب ذیل امور کا ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہئے۔

۱۔ **آغاز**۔ فسانہ کے آغاز کے لئے ایسے اسلوب یا واقعہ کا انتخاب ضروری ہے جو پڑھنے والے کو فوراً متوجہ کرلے۔ نئے فسانہ نگار متوجہ کرنے والے آغازی جملوں سے فائدہ اٹھانے کی جگہ اکثر اِس ترغیب کے شکار ہو جاتے ہیں کہ ابتدا میں کوئی طویل اور دلچسپ سماں پیش کیا جائے یا فلسفیانہ اخلاقی جملے نذر کئے جائیں۔ اسکے برخلاف دنیا کے ایک دو مشہور فسانہ نگاروں کے اِن چند آغازی جملوں پر غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ کامیابی کس طریقہ کار کی قسمت میں لکھی ہے۔

موپاساں کا قصہ "مالا" اسطرح شروع ہوتا ہے

"وہ اُن حسین اور دلکش لڑکیوں میں سے تھی جو گویا قسمت کی غلطی کے باعث ناموزوں طبقہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ اُس کے یہاں نہ تو جہیز تھا نہ توقعات اور نہ ہی اسکے یہاں

ایسے ذریعے تھے کہ وہ کسی دولت مند یا مشہور آدمی سے تعارف حاصل کر سکتی، قدر کراتی منظور نظر ہوتی، یا بیوی بن سکتی۔ چنانچہ انہیں اس نے محکمہ تعلیمات کے ایک معمولی منشی کیساتھ اپنی شادی کرنے کی اجازت دیدی۔"

او ہنری کا قصہ ہرک ڈسٹ روکے آغازی جملے یہ ہیں

" بینکر ناراض ہوگیا تھا۔ ایک ایسا آدمی جو تربیت، مرتبہ، اور دولت میں اس سے کم ہوگالی دے بیٹھا۔ مگر بینکر نے ہمیشہ ملحوظ رکھا تھا کہ وہ ایک بھلا مانس ہے اور یہ ایسی بات تھی جو بھلے آدمی سے سرزد نہیں ہوتی۔ غرض اس کے چہرے پر صرف ملال کے آثار نمایاں ہوگئے اور وہ مداخلتوں کے مرکز یعنی اولڈ لورٹ وکیل (جو بینکر کی جائداد کا ایجنٹ بھی تھا) کے براڈوے آفس میں دوڑا "میں نہیں سمجھتا" بینکر نے کہا "کہ کیوں میں ہمیشہ پیچ در پیچ کاغذات پر دستخط کرتا رہوں ...."

انتوں چیخوف کا فسانہ "ہمسائے" اس طرح شروع ہوتا ہے

" پیٹر ایوانشین بے حد رنجیدہ تھا۔ اس کی بہن ایک نوجوان دوشیزہ ایک شادی شدہ شخص ولاسیچ کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ مکان ہو یا کھیت ہر جگہ ایک طرح کا ملال اور خاص پستی اس پر طاری تھی۔ ان کو دور کرنے کے لئے اس نے اپنی منصف مزاجی اور پرخلوص اعلیٰ خیالات سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی، کیونکہ وہ ہمیشہ آزاد محبت کی مدافعت کرتا تھا۔

مگر سب لاحاصل تھا۔ وہ ہر گھڑی اسی نتیجہ اور اس کے ماخذ تک پہنچتا رہا کہ اس کی بہن نے غلطی کی۔ نیز یہ کہ ولاسیچ اس کی بہن کو بھگا لے گیا اور یہ خیال تکلیف دہ تھا۔"

۲۔ **وسطِ قصہ**۔ صورت حالات یا کردار سے پڑھنے والے کو واقف کرنے اور اس کی دلچسپی حاصل کر لینے کے بعد فسانہ نگار کو اپنے خاکہ کے ارتقاء کی طرف بڑھنا ضروری ہے یہاں اس امر کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ ناظرین شبہ میں رہیں یہ وہ خصوصیت ہے جو نئے اہلِ قلم کے قصوں میں مفقود ہوتی ہے۔ نتیجہ کے متعلق پڑھنے والے کو بے تابی کے ساتھ منتظر بنا دینا اور اس کے اضطراب کو آخر تک برقرار رکھنا فسانہ کی عظیم ترین کامیابی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کامیاب فسانہ نگار کا قصہ پڑھے تو وہ دیکھے گا کہ خاکہ ایک ایسے نقطۂ عروج کی طرف بڑھتا جارہا ہے جو کردار اور موضوع کے مطابق ہے اور جو آخر میں جاکر قصہ کے عمل کو فطری طریقہ پر ختم کر دیتا ہے۔ جو فسانہ نگار تجربہ کار نہیں ہوتے وہ بیکار اور پامال باتوں کا ذکر اور توضیح کرنے کی وجہ سے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد بھی خاکہ قائم رکھتے ہیں اور اس طرح قصہ کی خوبی ملیا میٹ ہو جاتی ہے۔

مشہور فرانسیسی فسانہ "مالا" میں (جس کے آغازی جملوں کا ترجمہ ابھی گذر چکا ہے) ڈرامائی اختصار اور ارتقائے خاکہ کی ہمیں ایک قابلِ تعریف و تقلید مثال حاصل ہوتی ہے اس قصہ میں ایک خاتون کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنی ایک مالدار سہیلی کے یہاں سے کسی تقریب میں پہننے کے لئے الماس کا ایک مالا مستعار لے آتی ہے جو اتفاقاً اس کے یہاں کھو جاتا ہے۔ خاتون بدقت تمام ایک بڑی رقم قرض لیتی ہے اور بالکل اسی وضع کا نیا مالا خرید کر اپنی سہیلی کو واپس دیتی ہے۔ اس کے بعد وہ اور اس کا میاں دونوں قرض کا بوجھ اتارنے کے لئے رات اور دن سخت محنت کرتے ہیں۔ ایک عرصہ کے بعد جب تمام قرض ادا ہو جاتا ہے، خاتون اتفاقاً اپنی سہیلی سے ملتی ہے اور سارا قصہ بیان کرتی ہے اس کے بعد فسانہ اس جملہ پر ختم ہو جاتا ہے۔

"آہ، میری پیاری متیھلڈ۔ مگر میرے الماس تو جھوٹے تھے، زیادہ سے زیادہ وہ پانچسو فرانک کے ہونگے۔"

۳۔ **خاتمہ**۔ اس میں کوئی تعجب خیز بات ضرور ہونی چاہئے۔ اس کی ایک اچھی مثال بالا مذکورہ بالا کا خاتمہ پیش کرتا ہے۔ اگر کوئی سمجھدار پڑھنے والا خاتمہ پڑھنے سے پہلے اُس کو سمجھ لے تو آپ کا مختصر قصہ بالکل ناکام رہا۔ فسانہ نگار کے یہاں آخر تک کوئی نہ کوئی غیر متوقع چیز پوشیدہ رہنی چاہئے اور جہاں راز ظاہر کردیا قصہ کو ختم کردینا ضروری ہے۔ بعض دفعہ قصہ کو نامکمل حالت میں ختم کرکے آخر میں نقطے .... ڈال دینے سے اس کی دلچسپی اور فن کارانہ خوبی کمال کو پہنچ جاتی ہے لیکن اسکے استعمال کے لئے اعلیٰ درجہ کے ذوق اور حد درجہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر کہیں کسی نے ایسے موقعہ پر فسانہ ختم کرکے نقطے ڈال دیئے جہاں پڑھنے والے آخری حقیقت کی نسبت ابھی کوئی اندازہ لگانے کے قابل نہ ہوئے ہوں تو پورا قصہ ناقص رہ جاتا ہے۔

۴۔ **مکالمہ**۔ اکثر نئے انشاپرداز "اُس نے کہا" وغیرہ جیسے جملے کثرت سے استعمال کرتے ہیں وہ پریشان رہتے ہیں اور انہیں اپنے مکالموں میں اس قسم کے جملوں سے بچنے کی تدبیریں بن نہیں پڑتیں۔ اس کا بہترین علاج یہی ہے کہ مکالمہ اس طرح مرتب کیا جائے کہ گفتگو کرنے والا ہر وقت اُس کی طرف اشارہ کئے یا اُس کی شخصیت واضح کئے بغیر ظاہر ہوسکے۔ جہاں تک ہوسکے اس قسم کے الفاظ یا فقرے استعمال کئے جائیں جو پڑھنے والے کو خاص خاص اسلوب اور طریقۂ اظہار معلوم کراتے ہوں۔

"اُس نے شکایت کی" یا "وہ فوراً مان گیا" جیسے جملے یقیناً "اُس نے کہا" سے زیادہ موثر اور دلچسپ ہیں۔ اِس کے علاوہ حسب ذیل مثالیں بھی اِس بارے میں سبق آموز ثابت ہونگی۔

ا۔ شوکت نے اپنی کتاب میز پر دے ماری "آج سبق کیوں نہیں یاد آتا۔" وہ جھلّایا۔

۲۔ "کیا آپ کی خاطر؟" اُس نے طنزاً پوچھا۔"

۳۔ ایک حقارت آمیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی" بعض لوگ اپنی غلطیوں کو آخر تک محسوس نہیں کرینگے۔" اُس کی زبان سے نکلا۔

۴۔ احمد چِلّا اٹھا "اور آپ خود کیا جانتے ہیں"

اگر کسی کو سادہ اور فطری مکالمہ نگاری کی شکل معلوم ہوتی ہو تو پہلے اردو اور دوسری زبانوں کے مشہور فسانہ نگاروں کے طریقۂ کار پر غور کرنا چاہیئے اور پھر عوام کی بات چیت کو توجہ سے سننے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ ایک اوسط درجہ کا آدمی کبھی اپنی گفتگو میں کوئی خاص اسلوب پیدا کرنے کا خیال نہیں رکھتا۔ وہ سادہ اور سیدھے طریقہ پر اپنا مطلب ادا کر دیتا ہے اپنے جملوں کو بغیر غور و خوض کے پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اُس کی باتیں روزمروں، محاوروں اور انفرادی اثر سے پُر ہوتی ہیں۔ لیکن اعلیٰ درجہ کے انشا پرداز اِن تمام باتوں کو بعینہ نہیں لکھ لیتے۔ انتخاب کرتے رہتے ہیں اور اُن ہی جملوں کو لکھتے ہیں جو اُن کے قصہ کے لئے موزوں ہوتے ہیں یا جن کے ذریعہ سے وہ اپنے رجال کا کردار واضح کر سکتے ہیں۔

اپنے کام پر تنقید

جب آپ کسی قسم کا کوئی مضمون یا افسانہ لکھ چکیں تو اس کو چند دنوں کے لئے رکھ چھوڑیئے، اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہوجائیے پھر ایسے وقت جب طبیعت شگفتہ ہو اپنے مسودہ کو نکالئے اور گہری اور تنقیدی نظر سے اس کا مطالعہ کیجئے اس دفعہ آپ کو بہت سی ایسی خامیاں۔ بلکہ غلطیاں۔ نظر آئیں گی جن کی طرف آپ کا ذہن پہلے شاید ہی منتقل ہو سکتا چونکہ نومشق انشاء پرداز کو اپنی غلطی کبھی آسانی سے نظر نہیں آتی اس لئے اس موقع پر بھی آپ اپنی تحریر کا بار بار مطالعہ کیجئے اور ان تمام غلطیوں اور کمزوریوں کو دریافت کرنے کی کوشش کیجیے جو اثنائے تحریر میں ممکن ہے غیر ارادی طور پر، آپ کے قلم سے سرزد ہوئی ہوں اور جنھیں آپ اسوقت معلوم نہ کر سکے ہوں۔

اپنے کام پر آپ تنقید کرنا اول اول بہت مشکل ہے۔ کوئی تعجب نہیں کہ آپ بارہا باوجود

کوشش کے ناکام رہیں۔ مگر آپ کو ناامید بھی نہیں ہونا چاہئے۔ ذیل میں چند ایسے معیاری سوالات بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں جو اکثر مضامین اور افسانوں پر کامیاب تنقیدی نظر ڈالنے میں مدد دے سکیں گے۔ ان کو پیش نظر رکھکر اپنے مضمون یا افسانہ کی جانچ پڑتال کیجئے اور حسب ضرورت اپنی تحریر میں رد و بدل کرنے کے لئے تیار رہئے۔ یقین ہے کہ آپ کے مسودہ کی بہت سی خرابیاں دور ہو جائیں گی۔

مضمون :-

(۱) عنوان دلکش اور مناسب ہے یا نہیں؟

(۲) کیا مضمون کا آغاز پڑھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکے گا؟

(۳) موضوع عام طور پر دلچسپی پیدا کر سکے گا یا نہیں؟

(۴) کیا اس مضمون میں وقیتہ دلچسپی پیدا کرنے کے کوئی اسباب مہیا کئے جا سکتے ہیں؟

(۵) مضمون زیادہ طویل تو نہیں ہو گیا؟

(۶) مختصر کرنے سے اس میں خوبی تو نہیں پیدا ہو گی؟

(۷) طریقۂ اظہار یا اسلوب میں تازگی اور شگفتگی پیدا کی گئی ہے یا نہیں؟

(۸) کیا حسب ضرورت مثالیں پیش کی گئی ہیں؟

(۹) مطلب صاف اور واضح ہوا یا نہیں؟

فسانہ :-

(۱) عنوان نیا اور جاذب توجہ ہے یا نہیں؟

(۲) کیا اس سے پورا خاکہ واضح ہو جاتا ہے؟

(۳) آغاز کافی پر اسرار اور دلچسپ ہے یا نہیں؟

(۴) عمل فوراً شروع ہو جاتا ہے یا نہیں؟
(۵) کیا قصہ واضح اور اطمینان بخش ہے؟
(۶) پڑھنے والے کے لئے دلچسپی کے کافی اسباب درمیان میں بھی باقی رکھے گئے ہیں یا نہیں؟
(۷) کیا مکالمہ موافق فطرت اور مناسب ہے؟
(۸) کیا ایسے واقعات بھی پیش کئے گئے ہیں جو ضروری نہیں ہیں؟
(۹) کہیں بے ربطی تو نہیں پائی جاتی؟
(۱۰) قصہ کا نقطۂ عروج کافی موثر ہے یا نہیں؟
(۱۱) کیا وہ موقع اور کردار کے مطابق ہے؟
(۱۲) جہاں دلچسپی ختم ہو جاتی ہے وہیں قصہ ختم کر دیا گیا ہے یا نہیں؟
(۱۳) زیادہ طویل تو نہیں ہو گیا ہے؟
(۱۴) قصہ کے مختلف کرداروں کے لئے ان کے موزوں نام پیش کئے گئے ہیں یا نہیں؟

اسی طرح اور متعدد سوالات مرتب کئے جا سکتے ہیں مگر یہ اسی وقت سود مند ثابت ہونگے جب آپ اُن کے لحاظ سے اپنے مسودہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور یہ سمجھ لیں کہ آپ خود اپنی تحریر پر نظر نہیں ڈال رہے ہیں بلکہ آپ کے مخالفین جنہیں آپ کی لیاقت، ادبی ذوق اور تحریری قابلیت کی ترقی ہرگز گوارا نہیں اور جو حسد کی وجہ سے آپ کی بات بات پر اعتراض کرتے ہیں۔

کیا نہ لکھیں

سب سے پہلی اور سب سے اہم غلطی جو اکثر نومشق انشا پردازوں سے سرزد ہوتی ہے اپنے مضمون کی غیر ضروری اور طویل تمہید نگاری ہے جس کی طرف اس کتاب میں پہلے بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ تمہید کبھی نہ لکھئے۔ اگر آپ کے کسی مضمون میں اس کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہو تو بھی پہلے اصل مضمون شروع کر دیجئے اور پھر درمیان میں یا مضمون کے ختم پر اُنہی خیالات کا اظہار کیجئے جنہیں آپ مضمون سے پہلے بطور تمہید لکھنا چاہتے تھے۔

اکثر نومشق اصحاب تمہید کو مضمون سے زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے ہیں اور باوجود تاکید کے چند جملے لازماً قلمبند کر ہی دیتے ہیں۔ کالج کی جماعتوں میں ہفتہ واری مضمون نگاری کے سلسلہ میں اکثر اس کا تجربہ ہوا ہے۔

نومشق مضمون نگاروں سے جب کبھی کوئی مضمون "میرا محبوب شاعر" "میرا مطالعہ" یا "ہماری صحافت" وغیرہ جیسے عنوانوں پر لکھوایا گیا تو اُن میں سے نوے فی صد نے اپنے اپنے

مضمون کے آغاز میں شعر و شاعری کے عام اصولوں یا مطالعہ کے فوائد یا اخبار بینی کے فوائد سے متعلق ہی آدھے سے زیادہ وقت، قوت اور جگہ صرف کر دی اور اصل موضوع یعنے اپنے محبوب شاعر یا اپنی مطالعہ کی ہوی کتابوں کی نوعیت اور خصوصیات یا اپنی صحافت کے معائب و محاسن کے لئے صرف بقیہ ربع حصہ کافی سمجھا۔

بعض ناتجربہ کار مضمون نگار انشائے تحریریں دانستہ یا نادانستہ پند و موعظت شروع کر دیتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جہاں وعظ و نصیحت کا پہلو نمودار ہوا ادبیت کا خاتمہ ہو گیا یہ ادیب کا کام نہیں ہے اور نوجوان انشا پردازوں کو اس سے خاص طور پر پرہیز کرنا چاہیئے ورنہ اُن کی تحریریں ناکام رہیں گی اور پڑھنے والوں میں مقبولیت حاصل نہ کر سکیں گی۔

اعلیٰ پایہ کے انشا پرداز پند و موعظت تو کجا سیاسی، قومی، مذہبی، اور معاشی بحث مباحثہ کو بھی اپنے شایان شان نہیں سمجھتے۔ وہ اس قسم کے موضوں کے لئے بہت کم اپنی قوتوں کا استعمال پسند کرتے ہیں۔ یہ دراصل ماہرین فن اور مخصوصین کا کام ہے اور ان کے لئے کسی ادیب کی خدمات حاصل کرنا واقعہ یہ ہے کہ ادبی ذوق پر ظلم کرنا ہے۔ اور یوں بھی ان امور کی نسبت ایک ادیب کی تحریر سند نہیں سمجھی جا سکتی ہے یہ اور بات ہے کہ بعض وقت کوئی مقبول عام سیاسی یا قومی مسئلہ کسی انشا پرداز کی تخلیقی قوت کو اکسائے اور وہ اسی جوش میں ایک اچھی مضمون یا افسانہ لکھدے۔

مذہب، سیاسیات، اور معاشیات وغیرہ ایسے موضوع ہیں جن پر خاص ماہرین فن ہی کو لکھنا چاہئے اور چونکہ ان امور میں اختلاف آرا بلکہ تعصب کی ہر وقت اور زیادہ

گنجایش ہے اس لئے انشا پردازی کا آغاز کرنے والا اگر ابتدا سے ان جھگڑوں میں پڑ جائے تو نہ صرف عام مقبولیت سے محروم ہو جائے گا بلکہ اس کے ادبی ذوق پر بھی مضر اثر پڑے گا۔ البتہ کوئی پختہ مشق اور مشہور ادیب یا انشا پردازان موضوعوں کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے مگر اسکی عام مقبولیت بھی ہر وقت خطرے میں رہے گی کیونکہ وہ جس مذہب یا جس خیال کی طرفداری کریگا اسکے مخالفین میں قدرتی طور پر اس ادیب کی قدر کم ہوتی جائے گی۔

مشہور و معروف مقامات کی نسبت گائڈ بک کی طرح مضامین یا کتابیں لکھنا بھی انشا پردازی کی تحقیر ہے۔ البتہ اندرون و بیرون ملک کی مقبول تفریح گاہوں اور مقدس مقامات کی نسبت کسی ادیب کی تحریریں دلچسپی سے پڑھی جا سکتی ہیں بشرطیکہ اُن پر جدید ترین نقطۂ نظر سے قلم اٹھایا گیا ہو اور دقیانوسی خیالات اور معلومات سے ہٹکر اُن کے نئے نئے پہلو پیش نظر کئے گئے ہوں۔

مضامین کی طرح افسانوں میں بھی بعض باتیں لکھنے کے قابل نہیں ہوتیں جن سے پرہیز کرنا نومشق افسانہ نگار کے لئے ضروری ہے۔ سب سے پہلی چیز جو کسی افسانے کو مقبولیت حاصل کرنے سے محروم رکھتی ہے وہی تمہید نگاری ہے جس کے نقصانات ظاہر کئے جا چکے ہیں۔ مختصر قصہ کی ابتدا میں حالاتِ ماضی یا عہد رفتہ کا دکھڑا رونا یا اُن پر طویل تبصرہ کرنا پڑھنے والے کو متنفر کرتا ہے اہل ذوق اُسی قصہ کو پسند کرتے ہیں جس میں عمل فوراً شروع ہو گیا ہو۔

ہماری زبان کے اکثر عام رسائل ابھی ارتقائی مدارج سے گذر رہے ہیں اور عوام کی ناقدردانیوں اور بے توجہی سے نالاں ہیں یوں بھی ہر ملک میں عام رسالوں کا مطالعہ بالعموم دلچسپی اور وقت گزاری کی خاطر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو اکثر نومشق انشا پرداز بھول جاتے ہیں اور ان رسالوں کے لئے ایسے قصے لکھتے اور روانہ کرتے ہیں جن میں یاس انگیز مضامین، موت کے غمناک مناظر، یا کشت و خون اور خودکشیوں کے پے در پے حوادث بیان کئے گئے ہوں۔

رسائل کے مدیرین اور انکے پڑھنے والے دونوں ہمیشہ ایسے مختصر قصوں کو پسند کرتے ہیں جن میں تیز تیز اور واضح عمل و حرکت پائی جاتی ہو، اور جو پند و نصیحت اور خشک و طویل توضیحوں سے پاک رہتے ہیں۔

افسانہ میں مستعملہ اور پامال اجزا کے استعمال کرنے سے بھی انشا پرداز کو ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے اردو قصوں میں یوروپین زبانوں کے افسانوں کے بعض خاکے اتنی زیادہ دفعہ استعمال کئے جا چکے ہیں کہ اب اُن میں کوئی دلآویزی باقی نہیں رہی۔ پڑھنے والے کو متحیر کر دینا افسانہ کا لازمی جزو ہے جو لوگ افسانے پڑھتے رہتے ہیں وہ فوراً پامال خیال کو معلوم کر لیتے ہیں خود افسانہ اپنے ماخذ کی چغلی کھاتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اگر اس کے پیش کرنے میں کوئی خاص چالاکی دکھائی گئی ہو تو شاید خاکہ نیا معلوم ہو مگر جہاں تک ہو سکے آپ کو چاہیئے کہ ان امور میں احتیاط کریں۔

کن امور کا خیال رکھیں؟

"کیا نہ لکھیں" کے سلسلہ میں بعض ایسے امور کا اظہار بھی ضروری ہے جو یوں تو بہت معمولی ہیں لیکن جن کا خیال نہ رکھنے سے انشا پرداز کے سلیقہ اور ذوق کے متعلق شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ان میں سے چند باتیں تو ایسی ہیں جن کا لحاظ اردو کے شاید بعض پختہ مشق ادیبوں کی تحریروں میں بھی نہیں پایا جاتا۔ لیکن انشا پردازی کا آغاز کرنے والوں کو تو لازمی طور پر ان سے واقف رہنے اور اپنی تحریروں میں احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔

اکثر رسالوں میں علمی، دلچسپ، یا مفید معلومات کے عنوانوں کے تحت میں بعض دفعہ نہایت اچھی اور کام کی باتیں لکھی جاتی ہیں لیکن کبھی اس امر کا اظہار نہیں کیا جاتا کہ وہ کہاں سے یا کن ماخذوں سے حاصل کی گئیں حالانکہ اس سے مرتب معلومات کی محنت و کاوش یا ترجمہ و اقتباس کے حسن و خوبی پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اس کے برخلاف اگر کسی دوسرے شخص کو کسی قسم کی

ضرورت ہو تو وہ ان کے اصلی ماخذوں تک پہنچنے سے محروم رہتا ہے۔
کبھی اپنے ماخذوں کو چھپانے کی کوشش نہ کیجیئے۔ بعض دفعہ خود مصنف کے یہاں مسودہ تلف ہو جاتا ہے اور ایسی صورت میں اندیشہ ہے کہ خود آپ ایک عرصہ کے بعد یہ نہ معلوم کر سکیں گے کہ میں نے فلاں بات کہاں سے حاصل کی تھی۔

علمی، فنی، اور تحقیقی مضامین میں بھی خیالات اور معلومات کے ماخذوں کا حوالہ دینا اردو رسائل کے اکثر مضمون نگاروں میں تقریباً عیب سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ اس سے بڑھکر کوئی خوبی نہیں ہو سکتی۔ ہر ایسے مواد کے متعلق حوالہ دینا لازمی ہے جو اردو کے لئے نیا ہو، اور جسکے ماخذوں کا علم اہل اردو کے لئے یقیناً مفید ہو سکتا ہے۔
نومشق انشا پردازوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جن مضمونوں میں حوالے نہیں ہوتے سمجھدار لوگ اور اہل ذوق خیال کرتے ہیں کہ ان کے لکھنے والے غیر معتبر ہیں اور انہیں اپنے علم اور ماخذوں پر اعتماد نہیں ہے۔ بے حوالہ مضمون موقتی دلچسپی اور ناپائدار کشش رکھتا ہے۔ اس میں زندگی کی طاقت نہیں ہوتی۔ اور کوئی شخص اس کو ایک سے زیادہ دفعہ پڑھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتا۔

اثنائے مضمون میں ماخذوں وغیرہ کے حوالے دیتے وقت نومشق ادیبوں کو اس کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہئے کہ کتابوں کے جدید ترین اڈیشنوں کے حوالے دیں تاکہ کسی کو ضرورت پڑے تو آسانی سے اصل کتاب تک پہنچ سکے۔ اس امر کے لئے مضمون نگار کو صرف اتنی زحمت کرنی ہوگی کہ اگر اس کے زیر مطالعہ کوئی قدیم نسخہ ہو تو اسی کتاب کا جدید مطبوعہ نسخہ بھی دیکھے۔ لیکن یہ زحمت دوسروں کی اُن زحمتوں کے مقابلہ میں بہت کم ہوگی جو اس کی حوالہ دی ہوی

قدیم، کمیاب، یا مفقود کتاب کا پتہ چلانے کے لئے اٹھانی پڑے گی۔

بعض مضمونوں میں دوسری زبانوں کی فنی اور علمی ترکیبوں اور اصطلاحوں کے لئے اردو لفظ استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ ایسی اردو اصطلاحیں خواہ آپ کی بنائی ہوں یا دوسروں کی ہر صورت میں ابھی ایک عرصہ تک ضرورت ہے کہ اُن کے ساتھ یا ذیل میں، یا حاشیہ پر دوسری زبان کی اصل اصطلاح بھی نقل کر دی جائے ورنہ اس نئی اردو اصطلاح یا لفظی ترکیب کی اجنبیت کی وجہ سے ایک تو آپ کا مطلب خبط ہو جائے گا اور پھر آپ کی اصطلاح اور اسکے بنانے کی محنت دونوں رائیگاں جائیں گے۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ انشا پرداز ایک ہی اصطلاح کے لئے متفرق اردو ترکیبیں یا الفاظ استعمال کرتے ہیں اور ان میں بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو دوسری زبان کی اصل اصطلاح اردو اصطلاح کے ساتھ لکھ دیتے ہوں۔ اس طریقہ کار کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک دوسری زبانوں کی معمولی معمولی اصطلاحوں کے لئے بھی مستند اور مشترک اردو اصطلاحیں رائج نہ ہو سکیں۔ یہ امر ضروری ہے کہ آپ اپنے اختیار کئے ہوئے ترجمہ کے ساتھ دوسری زبان کی اصل اصطلاح بھی لکھ دیا کریں اس سے ایک تو آپ کا مطلب واضح ہو جائے گا اور پھر مطالعہ کرنے والے یا دوسرے انشا پرداز اصل اور ترجمہ دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ اردو اصطلاح سے مانوس ہوتے جائیں گے اور اگر وہ اصطلاح خود آپ کی بنائی ہوئی ہے تو اُس کا اس طرح عام طور پر رواج پا جانا آپ کے حسن ذوق اور انشا پردازی کی کامیابی کی دلیل ہے۔

اکثر نومشق انشا پرداز دوسری زبانوں کے الفاظ یا ناموں کے لکھتے وقت بھی بڑی بے احتیاطی اور بے دردی سے کام لیتے ہیں۔ خاصکر اردو کا رسم الخط کچھ اس طرح کا ہے کہ اس میں دوسری زبانوں کے بعض الفاظ کا تلفظ اس وقت تک ٹھیک طور پر ظاہر نہیں ہو سکتا جبتک کہ اعراب کی پابندی نہ کی جائے۔ مثال کے طور پر ایک انگریزی لفظ اِمَرسَن پیش کیا جا سکتا ہے جسکو اردو میں صرف امرسن لکھدیا جاتا ہے اور جس کو نا واقف آدمی حسب ذیل متعدد طریقوں پر ملفوظ کر سکتے ہیں :-

اَمَرسَن	اِمِرسَن	اُمَرسَن	اَمَرِسَن
اَمِرسِن	اَمَرسُن	اِمَرسَن	اِمَرِسَن
اِمِرسُن	اُمَرسُن	اُمَرسَن	اُمِرسُن

واقعہ یہ ہے کہ بعض دفعہ دوسری زبانوں کے معمولی معمولی لفظوں اور ناموں کے صحیح تلفظ کے متعلق بھی ایسے ایسے شبہات پیدا ہوتے ہیں کہ تحقیق کرنا دشوار ہوجاتا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ پہلے حتی الامکان صحیح ترین تلفظ معلوم کرنے کی کوشش کریں اور اسکے بعد مکمل اعراب کے ساتھ اس کو قلمبند کریں۔

بعض اوقات ایک ہی مضمون میں ایک ہی زبان کے دو لفظوں کو دو متفرق طریقوں سے لکھا جاتا ہے۔ مثلاً فرانسیسی لفظوں کو اردو میں دو طرح سے ملفوظ کر سکتے اور لکھ سکتے ہیں۔ ایک ٹھیٹ فرانسیسی طریقۂ تلفظ کے مطابق اور دوسرا انگریزی تلفظ کے مطابق۔ ذیل کے دو فرانسیسی الفاظ اور ان کے تلفظ پر غور کیجئے۔

(۱) اصل الفاظ (Shatlet) انگریزی تلفظ (شیٹ لیٹ) فرانسیسی تلفظ (شات لے)

(۲۱) St German سینٹ جرمن سان ژرماں

معلوم ہوگا کہ ایک ہی لفظ دو زبانوں کے طریقۂ تلفظ کے فرق کی وجہ سے کتنا بدل جاتا ہے۔
ایسی صورت میں مضمون نگار کو اپنی سہولت کی خاطر ابتدا ہی میں اس کا تصفیہ کر لینا چاہئے کہ میں کس زبان کا تلفظ استعمال کروں۔
بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن لفظوں کو استعمال کرنا ہو وہ جس زبان سے متعلق ہوں اسی کے اصلی طریقۂ تلفظ کے مطابق ان کو استعمال کریں۔ دوسرا طریقہ کار یہ ہے کہ جس زبان کے توسط سے آپ ان الفاظ کو اردو میں لے رہے ہیں اسی کے تلفظ کے مطابق ان کو ملفوظ اور استعمال کریں۔ اور ساتھ ہی ذیل میں یا حاشیہ پر اس حقیقت حال کا اظہار کردیں کہ "ان الفاظ کا تلفظ فلاں زبان کے مطابق ہے کیونکہ وہ اسی کے توسط سے اخذ کئے گئے ہیں"۔
مثلاً فرانسیسی الفاظ کو اگر عربی کے توسط سے اور اسی کے مطابق اردو میں منتقل کیا جارہا ہو تو اس امر کی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے۔ ورنہ بہت سے شبہات پیدا ہو جائینگے اور پڑھنے والے شاید ہی معلوم کرسکیں گے کہ اصل فرانسیسی لفظ کیا تھا اور اس کا فرانسیسی تلفظ کیا ہے۔
اسی سلسلہ میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر ایک ہی مضمون میں کسی زبان کے متفرق الفاظ استعمال کئے جارہے ہوں تو انکا تلفظ کہیں ایک زبان کے اور کہیں دوسری زبان کے مطابق نہ کیا جائے۔ مثلاً اگر فرانسیسی الفاظ کو انگریزی طریقۂ تلفظ کے مطابق لکھا جارہا ہو تو ہر جگہ اسکی پابندی کرنی چاہئے۔ ورنہ آپ کے ذوق ادب کی بے ترتیبی اور بدسلیقگی ظاہر ہوگی۔

تاریخوں اور سنوں کے اندراج کے وقت بھی ایک ہی مضمون میں کہیں ہجری اور کہیں

عیسوی تاریخیں لکھنا سخت معیوب ہے۔ کسی ایک کی پابندی کرنی چاہئیے۔ اور اگر طوالت کا خوف نہ ہو تو ہجری اور عیسوی دونوں تاریخوں کا ایک ساتھ لکھ دینا یا ان کا تطابق ظاہر کر دینا بھی مناسب ہے۔

عہدِ رفتہ کے مصنفوں اور انشا پردازوں کا ذکر کرتے وقت اکثر نومشق انشا پرداز ان کے ناموں کے ساتھ اظہار عقیدت کے طور پر یا کسی اور غرض سے بعض بےکار الفاظ کا استعمال بھی ضروری سمجھتے ہیں جو موجب طوالت ہونے کے علاوہ بعض دفعہ مضحکہ خیز بھی ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً مسٹر اڈیسن، امیر خسرو علیہ الرحمۃ، آنریبل سر سید احمد خاں، حالی صاحب، مولانا غالب، پچا سعدی، شمس العلما شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد، استاد داغ، ناسخ لکھنوی، آزاد مرحوم وغیرہ۔

اعلیٰ پایہ کی اور زندہ جاوید ہستیوں کو ان سابقوں اور لاحقوں کے بغیر ہی یاد کرنا بہتر ہے یہ کسی طرح اُن کی بزرگی میں اضافہ نہیں کر سکتے بلکہ کوئی تعجب نہیں اگر ان کی وجہ سے ان کی صحیح عظمت اور وقعت میں کمی پیدا ہو جائے۔ البتہ اگر ایک ہی نام کے دو مصنف ہوں تو انہیں امتیاز کرنے کے لئے کوئی مناسب سابقہ یا لاحقہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

اشاعت کے راز

وہ نوجوان جو کارزار ادب میں پہلے پہل قدم رکھنا چاہتے ہیں اور خواہشمند ہوں کہ ان کے مضامین یا افسانے اشاعت کے لئے روانہ کرنے کے بعد بہت جلد رسائل میں شائع ہو جائیں تو انہیں چاہئے کہ حسب ذیل چند امور کا ضرور خیال رکھیں ورنہ اپنے مسودوں کو مطبوعہ دیکھنے کے انتظار، مدیروں کی سرد مہری، یا مسودہ واپس حاصل کرنے کی ندامت وغیرہ کی زحمتیں اندیشہ ہے کہ انہیں پست ہمت نہ بنا دیں اور اس طرح نہ صرف ان کا مستقبل مشتبہ ہو جائے بلکہ اردو ادب ایسی پرجوش ہستیوں سے محروم رہے جو ممکن ہے برمحل ہمت افزائیوں اور صحافتی اصولوں کی واقفیت کی وجہ سے اپنی زبان کی متعدد اور گوناگوں ضرورتوں کی تکمیل کے قابل ہو جاتیں۔

جس رسالہ کو آپ اپنا نتیجۂ قلم بھیجنا چاہیں اس میں بالعموم کس قسم کے مضامین یا افسانے

شایع ہوتے ہیں۔ پہلے اس کو معلوم کرنے کی کوشش کیجئے۔ اُس خاص رسالہ کے متعدد قدیم وجدید شماروں (نمبروں) کے سرسری مطالعہ کے بعد ہی کوئی وجہ نہیں کہ آپ اس مقصد میں کامیاب نہوں۔ ہاں اگر آپ اتنے سادہ لوح نکلے کہ گذشتہ اشاعت میں "حیات جاوید" یا "پپیہا" پر کوئی مضمون دیکھکر خود بھی اُسی موضوع پر ایک مضمون (خواہ نہایت اعلیٰ پایہ ہی کیوں نہو) مدیر کے یہاں روانہ فرمائیں تو یقین مانئے کہ آپ کا مضمون یا تو شکریہ کے ساتھ واپس کردیا جائے گا یا پھر چھ مہینے سے قبل شایع نہونے پائے گا۔

کسی مضمون یا افسانے کا بے وقت لکھنا یا شایع کرانا اس کو ذلیل کرنا ہے۔ اگر دیوالی یا محرم کو گذرے ہوئے دو تین مہینے ہوچکے ہوں تو ایسا مضمون یا افسانہ جو اُن سے متعلق ہو یا جن میں انکا ذکر ہو قطعئی نہ لکھئے اور اگر لکھیں بھی تو سال آیندہ تک اٹھا رکھئے۔ اس سے دوگونہ فائدے ہوں گے ایک تو آپ کو نظر ثانی کرنے کا اچھا موقع ملے گا، اور دوسرے برمحل شایع ہونے کی وجہ سے ایسے مضامین یا افسانے آپ کے سلیقہ اور ذوق کو ثابت کریں گے۔ اس بارے میں انگلستان کے ایک مشہور انشاپرداز ڈبلیو۔ ٹی۔ اسٹیڈ کا قول نہایت ہی پرلطف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

"یاد رکھئے صحافت میں موقع ومحل ہی سب کچھ ہے۔ اگر شکسپیر اور سینٹ پال دونوں اپنی متحدہ قوتوں کے ساتھ تین ہفتے قبل کے کسی واقعہ کے متعلق اپنی پوری قوت تخلیق سے کام لیکر ایک بہترین ادبی شہ کار پیدا کردیں تو بھی مدیرین اُن کے اس کارنامہ کو کسی نہایت ہی معمولی موقتی تحریر کے مقابلہ میں ردی کی ٹوکری میں ڈالدیں گے۔"

کسی رسالے کے مدیر کے یہاں ایسا مضمون بھی اشاعت کے لئے روانہ نہ کیجئے جس میں اُن خیالات اور مضامین کی مخالفت مندرج ہو جو اُس رسالہ کے کسی قریب ترین شمارہ (نمبر) میں پیش کئے گئے ہوں۔ عام طور پر مدیرین نہیں چاہتے کہ اپنے رسالوں کو بحث و مباحثہ یا اختلافات کی آماجگاہ بنائیں۔ اور نوجوان انشا پرداز اپنے نئے نئے جوش کی وجہ سے اکثر اسی قسم کی مضمون نگاری کی طرف مائل ہوتا ہے۔

بعض دفعہ مشہور و معروف مصنفوں کی تحریروں کے لئے مدیرین اپنے خیالات یا پالیسی کے خلاف بھی اپنے رسالہ میں جگہ نکال لیتے ہیں مگر مضمون نگار کو خوش کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اس خیال سے کہ مشہور اور بڑے مصنف کے نام کی وجہ سے عوام کی نظروں میں اُن کے رسالہ کی وقعت بڑھ جائے گی۔

مضمون بھیجنے سے قبل یہ بھی دیکھ لیجئے کہ آپ کے مسودہ کی ضخامت اُس رسالہ کے موزوں بھی ہے یا نہیں جس میں آپ اسکو شایع کرانا چاہتے ہیں ہر سمجھدار آدمی اس خیال پر ہنسے گا کہ کسی ایسے رسالہ کے لئے جس میں پانچ چھ صفحوں سے زیادہ کا کوئی مضمون نہیں ہوتا آپ پندرہ صفحوں کا مضمون روانہ کرنے والے ہیں۔

مسودہ کی تشکیل اور مراسلت

مغربی زبانوں میں مدیروں یا ناشروں کے پاس کوئی مسودہ بغیر ٹائپ کئے روانہ نہیں کیا جاتا۔ اردو زبان میں ابھی ٹائپ کی اتنی سہولتیں نہیں پیدا ہوی ہیں اس لئے اگر آپ اپنے مسودہ کو ٹائپ نہ کر سکیں تو اس کو خوشخط ضرور لکھئے۔ یہ لازمی نہیں ہے کہ ہر اچھے انشا پرداز کا خط بھی اچھا ہو مگر یہ یقینی ہے کہ مدیروں پر خط کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ خط کے ذریعے سے لکھنے والے کی شخصیت اور کردار کا اظہار ہوتا ہے۔

اپنے مضمون کا جو مسودہ آپ اشاعت کے لئے روانہ کریں گے اسکو کاغذ کے دونوں طرف کبھی نہ لکھئے۔ ہمیشہ لشت کا حصہ خالی چھوڑ دیا کیجئے۔ ساتھ ہی ہر صفحہ پر خوش سلیقگی سے مناسب حاشیہ بھی چھوڑتے جائیے۔ یہ یقین رکھئے کہ آپ کا نہج تحریر آپ کے مضمون کی خوبی میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے اور اسکو جلد سے جلد شائع ہونے میں مدد دیتا ہے۔

بعض انشا پرداز ایسے بھی گذرے ہیں (اور ممکن ہے بعض اب بھی موجود ہوں) جنہوں نے کھرے بادامی اور مٹھائی کی ٹوکریوں یا ردی کے کاغذوں پر بھی مضامین کے مسودے روانہ کرکے اشاعت میں کامیابی حاصل کی ہے مگر نومشق انشا پردازوں کو ہمیشہ روبکاری کا غذ استعمال کرنا چاہئے اس امر کا خیال بھی لازمی ہے کہ مسودوں میں ضرورت سے زیادہ نفاست اور آرائش بھی ظاہر ہونے پائے نفیس یا رنگین کاغذ پر لکھنا، یا عنوان کے اطراف مضمون کے شروع میں یا کسی اور جگہ نقش و نگار کی مدد سے مضمون میں دلکشی پیدا کرنے کی توقع رکھنا، یا کاغذوں کو خوشبودار بنانا نہایت مضر ہے۔ یہ سب امور مضمون اور اس کے مصنف دونوں کی نسبت پڑھنے والے اور خاصکر مدیر کا خیال اور نقطہ نظر خراب کر دیتے ہیں۔

مسودہ کو لفافہ میں بند کرنے سے قبل دیکھ لینا چاہئے کہ ہر صفحہ پر برابر نشانات لگائے گئے ہیں یا نہیں۔ جملہ کاغذات کو ٹھیک ترتیب کے ساتھ باندھ دینا یا پن لگا دینا بھی ضروری ہے مضمون کے شروع (یعنے عنوان کے نیچے) یا آخر میں مضمون نگار کو اپنا نام واضح حروف میں لکھدینا چاہئے۔ بعض دفعہ صرف دستخط کر دینے یا مدیر کو ٹھیک اور پورے نام سے مطلع نہ کرنے کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور انشا پرداز کو شکایت رہتی ہے کہ مدیر نے میرے پورے نام کو مختصر کر دیا یا القاب اور ڈگریاں ٹھیک طور پر نہیں لکھیں یا غلط لکھیں یا غلط ڈگری یا لفظ لکھدیا۔

مسودہ کے ساتھ اگر ضرورت ہو تو مدیر کے نام ایک علیحدہ خط بھی روانہ کیا جاسکتا ہے مگر یاد رکھئے کہ اس میں اپنے مضمون کی مدح سرائی یا مدیر کی خوشامد ہرگز نہ کیجئے۔

مسودہ بھیجنے کے بعد اسکی اشاعت کے لئے بار بار یاد دہانی کی ضرورت نہیں۔ جتنا زیادہ آپ اپنے مضمون کی اشاعت کے لئے بے چینی ظاہر کریں گے اتنا ہی مدیر کی نظروں میں آپ کے مضمون اور خود آپ کی وقعت گھٹتی جائے گی۔ اگر آپ کو اپنے مضمون کی قسمت کا تصفیہ معلوم کرنے کا اشتیاق ہو اور آپ زیادہ دنوں تک امید و بیم کی حالت میں رہنا پسند نہ کرتے ہوں تو اپنے مسودہ کے ساتھ اپنا پتہ لکھکر ایک پوسٹ کارڈ بھی ملفوف کر دیجئے تاکہ مدیر آپ کو آسانی سے اور جلد مطلع کر سکے کہ آپ کا مضمون شایع ہو سکے گا یا نہیں اور اگر ہوگا تو کب۔

اگر متذکرہ بالا احتیاط کے باوجود مدیر کے یہاں سے آپ کو فوراً جواب نہ ملے تو چار پانچ ہفتوں تک صبر کرنا چاہئے کیونکہ اکثر مدیر بہت مشغول رہتے ہیں۔ اور بعض اس خیال سے بھی جواب نہیں دیتے کہ چند ہفتوں میں جب خود مضمون شایع ہو رہا ہے تو پھر مراسلت میں وقت صرف کرنے کی کیا ضرورت

اگر آپ کا مضمون رسالہ کے قریب ترین شمارہ میں شایع نہو تو مضطرب اور مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اکثر مدیر اپنے رسالوں کو ایک عرصہ پہلے ہی ترتیب دے رکھتے ہیں۔

مضمون کیلئے یاد دہانی کرنے کے سلسلہ میں بعض مضمون نگار خود مدیر سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہماری ذاتی وجاہت اور سلیقہ گفتگو اسکو مرعوب کر دے گا اور اسطرح ہمارا مضمون جلد شایع ہو سکے گا ممکن ہے کبھی ایسا ہوا ہو مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اس قسم کی کوششیں بھی اکثر الٹا اثر ڈالتی ہیں یہ جہاں مضمون نگار کے صبر و استقلال کا پیمانہ لبریز ہوا اور خود داری ہاتھ سے چھوٹی اسکے مضمون یا افسانے کی قعت بھی کم ہوگئی

کتاب لکھنا

متفرق نوعیت کے مضمونوں اور افسانوں کے لکھنے کے لئے جو اصول اور لوازمات گذشتہ صفحات میں پیش کئے گئے ہیں وہ کسی کتاب کی تصنیف یا تالیف کے لئے بھی اسی طرح کار آمد ثابت ہوں گے۔ البتہ کتاب کی تکمیل میں چند امور کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے جن کو نہایت مجمل طور پر یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

جب اصل کتاب کا مسودہ تیار ہو جائے تو طباعت کے لئے ناشر کے یہاں یا مطبع کو روانہ کرنے سے قبل سرورق، انتساب، فہرست ابواب و مضامین، اور ضمیموں وغیرہ (غرض جن جن چیزوں کی ضرورت ہو) سب کا مسودہ کافی احتیاط اور غور و فکر سے تیار کر لینا چاہئے جب تک مکمل کتاب تیار نہ ہو لے اور آپ اس پر ایک آدھ دفعہ نظر ثانی نہ کر لیں اسکی کتابت و طباعت کے آغاز کا خیال تک نہ کیجئے

سرورق نہایت سادہ لیکن ثقہ اور باوقار ہونا چاہئے اس کے الفاظ نہایت مختصر اور موضوع کو ٹھیک طور پر واضح کرنے والے ہوں کتاب کے نام کے انتخاب میں مضمونوں اور افسانوں کے ناموں سے زیادہ احتیاط اور ذوق سے کام لینے کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر دفعہ بہتر سے بہتر کتابیں خراب اور ناموزوں نام کی وجہ سے گمنامی میں پڑی رہتی ہیں۔ بہترین نام وہی ہے جو لوگوں کے تخیل کو اپنی طرف متوجہ کرلے اور اس میں ایک طرح کا انہماک پیدا کردے موزوں ترین نام حاصل کرنے کے لئے اگر کسی انشا پرداز کو زیادہ سے زیادہ توجہ اور وقت صرف کرنا پڑے تو اسکو رائیگاں نہیں سمجھنا چاہئے۔

کتاب کے نام کے نیچے کبھی ایسے الفاظ نہ لکھئے جن سے بڑائی اور خود پسندی ظاہر ہو یا جو کتاب کے موضوع کی نسبت اسکی اصل بساط سے زیادہ تشہیر کرتے ہوں۔

کتاب کے سرورق تاریخ یا کم از کم سن اشاعت کا درج کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اگر وہ ایک سے زیادہ بار طبع ہونے والی ثابت ہو تو مختلف اڈیشنوں یا طباعتوں کے نسخوں میں امتیاز کا موقع رہے۔

تاریخ کے اندراج سے ایک اور فائدہ یہ ہے کہ اگر مصنف بعد میں دوسری کتابیں لکھے تو ان تاریخوں کی مدد سے اس کے ادبی ارتقا اور اسکی نوعیت کا پتہ چل سکے گا۔

علمی کتابوں میں دیباچہ یا تمہید کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے البتہ ناولوں اور افسانوں یا نظموں وغیرہ کے مجموعے اور کتابیں اگر بغیر دیباچہ یا تمہید کے شایع کی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ علمی کتاب کا دیباچہ عام مطالعہ کرنے والوں اور خاصکر تنقید نگاروں کو مصنف کے

اصل مطمح نظر اور زاویہ نگاہ سے واقف کرتا ہے۔

رسائل کے اکثر مدیر اور تنقید نگار صرف دیباچہ یا تمہید ہی سے پوری کتاب کے حسن و قبح کا اندازہ لگا لیتے ہیں اور بعض ستم ظریف تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو اصل کتاب کو دیکھنے کی زحمت گوارا کئے بغیر صرف دیباچہ ہی کے مطالعہ سے پوری کتاب پر تنقید لکھ مارتے ہیں۔

دیباچہ میں کتاب کے صحیح مقصد یا موضوع اور اس کے گوناگوں پہلوؤں کو مجمل طور پر اور سلیقہ کے ساتھ ظاہر کر دیجئے۔ آپ حیران رہ جائیں گے جب بعض وقت اپنی کتاب کے متعلق جرائد و رسائل کی تنقیدوں یا تبصروں میں اپنے دیباچہ ہی کے الفاظ اور فقروں کو تنقید نگار کی طرف سے لکھا ہوا دیکھیں گے۔ اکثر مشغول یا کاہل تبصرہ نگار کسی کتاب پر تنقید کرتے وقت خود کچھ لکھنے کی زحمت اٹھانے کی بجائے مصنف ہی کے جملے اپنی طرف سے نقل کر کے کتاب کی خصوصیات اور مقصد کا اظہار کر دیتے ہیں۔

خیال رکھئے کہ آپ کے دیباچہ میں ضرورت سے زیادہ ایک لفظ داخل نہ ہونے پائے صرف دیباچہ دیکھنے سے کتاب کی نوعیت اور پایہ کا پتہ چل جاتا ہے۔ طویل اور بھونڈا دیباچہ کتاب کی مقبولیت اور اشاعت میں خلل انداز ہوتا ہے۔ بہترین دیباچہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کتاب کی اصل دلچسپیوں کے لئے ایک صحیح نمایندہ یا اشارہ کا کام دیتا ہے۔

تالیف کتاب کے تذکرہ میں نہ تو اظہار انکسار کے طور پر اپنے دیباچہ میں مطالعہ کرنے والوں سے معافی کے خواستگار رہئے۔ اور نہ اس امر پہ فخر کیجئے کہ "ہماری زبان اس موضوع کی بہت محتاج تھی اور اس کتاب کے ذریعے سے اس زبردست کمی کی تکمیل کر دی گئی ہے"۔

بعض اصحاب اپنے دیباچہ کو اس خیال کے اظہار پر ختم کرتے ہیں کہ "اگر ایک شخص بھی

اس کتاب کے مطالعہ سے مستفید ہوا تو میں سمجھونگا کہ میری سعی ٹھکانے لگی" یہ سب غیر ضروری اور مضحکہ خیز باتیں ہیں نئے انشا پردازوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

دیباچہ اس لحاظ سے بھی ضروری اور مفید ہے کہ اس میں مصنف اپنے کرم فرماؤں اور معاونین کا شکریہ ادا کرسکتا ہے۔ اگر آپ نے اپنی کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں کسی سے ذرا بھی مدد حاصل کی ہو تو اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے دیباچہ سے بہتر کوئی اور جگہ نہیں ہوسکتی اسی طرح ماخذوں کے نام اور اُن کتابوں کے حوالے بھی دیباچہ ہی میں دیئے جاسکتے ہیں جن سے دوران تحریر میں مصنف نے استفادہ کیا ہو۔

کسی ادبی کتاب کے لئے مصنف کا دیباچہ جتنا ضروری اور مفید ہے اتنا ہی کسی دوسرے سے لکھایا ہوا مقدمہ یا تعارف غیر ضروری اور مضر ہے۔ اکثر نومشق انشا پرداز خیال کرتے ہیں کہ اگر ہماری کتاب پر کوئی مشہور اور ممتاز آدمی تعارف لکھدے تو اسکی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جائے گا۔ یہ ایک طفلانہ خواہش ہے اور ظاہر کرتی ہے کہ مصنف کو اپنی تصنیف پر اعتماد نہیں ہے۔ وہ بغیر کسی بڑے نام کی مدد یا سہارے کے اپنی کتاب کو گھر سے باہر نہیں نکالنا چاہتا علمی، تحقیقی، یا حکمیاتی کتابوں میں اگر کسی بڑے محقق فن یا سائنسداں کی (کتاب کے مندرجہ نظریوں یا تحقیقات کی نسبت) رائے یا تعارف شامل ہو تو کوئی ہرج کی بات نہیں کیونکہ سائنس کی دنیا میں ہر روز نت نئے مسائل پیدا ہوتے جاتے ہیں اور اختلاف آراء یا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر ادبی کتابوں کو اسکی کوئی ضرورت نہیں جن کے اکثر تعارف یا مقدمے بالعموم ذی اثر اور سماجی یا سیاسی اہمیت رکھنے والے اصحاب اور عہدہ داران و حکام بالا سے حاصل کئے جاتے ہیں جن کی ادبی قابلیتیں بعض دفعہ خود مصنفِ کتاب کی ملیت سے کم

کم درجہ کی ہوتی ہیں۔

لطف یہ ہے کہ اکثر تنقید نگار (جن پر اثر ڈالنے یا جن کو مرغوب کرنے کے لئے بشیتر مقدمے یا تعارف کتابوں میں شامل کئے جاتے ہیں) بالعموم اُنکی طرف توجہ نہیں کرتے اور بعض تو انہی کی وجہ سے کتاب کی ادبی حیثیت کی نسبت سوء ظن پیدا کر لیتے ہیں اور ان میں سے جملے اور فقرے نقل کر کے کتاب کی مخالفت میں اُن سے کام لیتے ہیں۔

ہر ملک میں ایسے اصحاب موجود ہوتے ہیں جو کم آسانی سے کسی کتاب پر مقدمہ یا تعارف لکھنے کا اعزاز حاصل کرنے تیار رہتے ہیں کیونکہ اس سے ایک تو اُن کے جذبۂ خود پسندی کا تعذیہ ہوتا ہے اور دوسرے مفت میں شہرت حاصل ہوتی ہے۔ مگر سچے اور آزاد منش انشاپرداز کبھی ان کی خوشامد نہیں کرتے اور اپنی کتاب کو بے یار و مددگار دنیا میں روشناس کرنیکی ہمت کرتے ہیں۔

اگر آپ کارزارِ صحافت میں خود اپنے بل بوتے پر داخل ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنی ذاتی قابلیت، جراءت، سلیقہ اور ذوق کی وجہ سے کامیاب نہ رہیں۔

بعض انشاپرداز ہر نیا باب یا فصل شروع کرتے وقت پہلے کوئی خاص شعر یا مقولہ یا کسی کتاب کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ یہ بہت پرانا طریقہ ہے۔ چونکہ اس کا التزام آسان نہیں ہے بعض دفعہ مضحکہ خیز مقولے اور شعر بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اب اسکا رواج کم ہوتا جا رہا ہے۔ البتہ اگر کوئی علمی یا تاریخی کتاب ہو تو اُس میں ہر فصل کے آغاز پر اُس کے مندرجات کا خلاصہ نہایت مختصر طور پر لکھ دیا جا سکتا ہے تاکہ مطالعہ کرنے والے اپنے مطلب کی بات فوراً معلوم کر لیں اور انہیں مباحث کا پتہ چلانے میں دقت نہ ہو۔

علمی اور تاریخی کتابوں کے آخر میں اشاریہ (انڈکس) کا شامل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس سے مطالعہ کرنے والوں کو بہت سی سہولتیں حاصل ہو جاتی ہیں، اشاریہ تیار کرنا نہایت ذمہ داری کا کام ہے، اور ترقی یافتہ زبانوں میں اس کو اتنی اہمیت دی جاتی ہے کہ وہ رفتہ رفتہ بجائے خود ایک فن بن گیا ہے۔ اردو میں اس کا رواج ابھی ابھی شروع ہوا ہے اور اس لحاظ سے نئے مصنفوں اور انشا پردازوں کو اس کی تیاری میں خاص طور پر دلچسپی لینی چاہئے۔

کامیابی

انشا پردازی میں ترقی یا کامیابی محض اس کتاب کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک اُن اصولوں اور ہدایتوں پر پابندی کے ساتھ عمل نہ کیا جائے جو اِس میں پیش کئے گئے ہیں اُس کا کوئی مطالعہ کرنے والا انشا پرداز نہیں بن سکتا۔

یاد رکھئے کہ انشا پردازی ایک علم یا سائنس نہیں ہے کہ کتابیں پڑھنے سے حاصل ہو جائے یہ ایک فن ہے جس کے لئے مشق اور باقاعدہ کام کرتے رہنے کی ضرورت ہے آپ کے قلم میں اُسی وقت روانی پیدا ہو سکتی ہے جب اُس کو استعمال کیا جائے، اور یہ استعمال جتنا زیادہ ہوگا آپ کی تحریریں اُتنی ہی سہولت اور قوت کے ساتھ نمودار ہوں گی۔

اگر آپ کو وقت ملے تو ہر روز دو تین صفحے ضرور لکھئے، اور اس کام کو جاری رکھئے، یہاں تک کہ آپ اُس کے عادی ہو جائیں۔

پست ہمتی کو ہرگز قریب نہ آنے دیجئے اگر آپ کی ابتدائی تحریریں تشفی بخش ثابت نہ ہوں اگر مدیر انہیں واپس کر دیں، یا پڑھنے والے اُن کی قدر نہ کریں۔ مشہور سے مشہور مصنفوں کو بھی اس امر کا اعتراف ہے کہ ابتدا میں اُن کے کارنامے بالکل ردی سمجھے جاتے تھے۔ انگلستان کے سب سے زیادہ مشہور اور معمر مصنف برنرڈ شا کو (جیسا کہ خود اُس نے اپنی ابتدائی کتابوں کے جدید ترین دیباچوں میں لکھا ہے) برسوں ناقدری کے صدمے اٹھانے پڑے ہیں۔ اور ٹامس ہارڈی جیسا اعلیٰ درجہ کا ادیب اور ناول نگار تو مرتے دم تک مدیروں اور تنقید نگاروں سے خائف تھا۔ وہ جب کبھی کوئی نئی نظم اشاعت کے لئے روانہ کرتا تو مدیروں کو لکھ دیا کرتا تھا کہ "اگر اس میں غلطیاں ہوں تو براہ کرم ان کی اصلاح کر دیجئے"

غرض اکثر اعلیٰ پایہ کے انشا پردازوں اور شاعروں کو اول اول اپنے زمانہ کی ناقدردانیوں اور سرد مہریوں سے سابقہ پڑا ہے مگر انہوں نے کبھی استقلال اور ہمت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ہر وقت اس خیال کو پیش نظر رکھا کہ دنیا کی اعلیٰ ترقیاں انہی کو حاصل ہوتی ہیں جو صبر و استقلال کے ساتھ محنت کئے جاتے ہیں۔

اپنی ناکامیوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کیجئے۔ اگر آپ کی کوئی کتاب یا مضمون یا افسانہ کسی ناشر یا مدیر کے یہاں سے واپس کر دیا گیا ہو تو اُسکو پڑھیئے۔ اُس کا تجزیہ کیجئے اور اُس وقت تک خاموش نہ بیٹھئے جب تک آپ کو وہ نقص نہ معلوم ہو جائے جس کی بناء پر آپ کی کتاب یا مضمون واپس کر دیا گیا ہو۔

ممکن ہے آپ کا موضوع یا نہج تحریر مناسب نہ ہو یا وہ طویل ہو یا اس کا اسلوب بے حد بلند پرواز یا رنگین، یا پر تکلف ہو یا اس میں جدید ترین دلچسپیوں کا فقدان ہو یا کوئی اور خامی ہو۔

ساتھ ہی جس رسالہ میں آپ اپنا مضمون یا افسانہ چھپوانا چاہتے تھے اس کے جدید مطبوعہ مضمونوں اور افسانوں کے ساتھ اپنے واپس شدہ مضمون یا افسانہ کا مقابلہ کیجئے۔ غرض اس طریقہ کار سے آپ آخر کار معلوم کرلیں گے (بشرطیکہ آپ کو اپنی نسبت مغالطہ نہ ہو) کہ کوئی نہ کوئی خامی ضرور رکھی تھی جو نظر ثانی میں ذرا سی محنت اور توجہ کے بعد دور کیجا سکتی ہے۔

اپنے موضوع کے انتخاب میں زیادہ سے زیادہ احتیاط سے کام لیجئے۔ اس گر کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے کہ آپ کی انشا پردازی اُسی وقت ترقی کرسکتی ہے جب آپ کی تحریروں میں پڑھنے والوں کے لئے دلچسپی کے سامان موجود ہوں۔ اور آپ کی تحریریں اسی وقت دلچسپ سمجھی جائینگی اور مقبول ہونگی جب آپ کے موضوع میں جدت اور شگفتگی ہو اور وہ موقع کے مناسب ہو، نیز آپ کا اسلوب نہایت سلیس اور اچھا ہو۔

اُردو زبان میں انشا پردازی کا میدان ابھی بہت خالی ہے۔ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں اتنے زیادہ اصحاب اس فضا میں سرگرم کار ہیں کہ نیا شخص جلد ترقی پاتا تو کجا آسانی کے ساتھ جگہ بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ کام کرنے والوں کی اس کثرت کے باوجود وہاں کے رسالوں کے مدیر ہمیشہ شاکی رہتے ہیں کہ اچھے افسانے اور مضمون کم دستیاب ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں اردو رسائل کے مدیرین قحط الرجال کی جتنی شکایت کریں بجا ہے۔ اگر آپ اُن سے تبادلہ خیالات کریں تو معلوم ہوگا کہ وہ کن کن طریقوں سے کوششیں کررہے ہیں کہ نئے انشا پرداز پیدا ہوں اور یہ کہ اچھے انشا پردازوں کی ہمت افزائی کے لئے وہ کہاں تک تیار ہیں۔

اگر آپ کائنات اور اس کے کاروبار میں دلچسپی لیتے ہیں تو آپ کے ذہن میں خیالات کی کبھی کمی نہیں ہو سکتی، اگر معمولی نقل وحرکت اور روزمرہ کے کام کاج کے وقت آپ کی آنکھیں کھلی اور آپ کے کان تیز ہوں تو آپ کبھی مضمونوں اور افسانوں کے مطالعہ سے محروم نہیں رہ سکتے مشہور انگریزی مصنف آرنلڈ بینیٹ نے ماحول کے حالات اور اطراف واکناف کی تاریخ سے عام لوگوں کی بے پرواہی اور تغافل کی نسبت بالکل ٹھیک لکھا ہے:۔

"یہ واقعہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اصحاب جو دنیا کے خالی اور ظلمت کدہ ہونے کے شاکی ہیں اپنی آنکھوں اور کانوں کو ان دلچسپیوں کی طرف سے بند رکھنے کا تصفیہ کئے رہتے ہیں جو ہر طرف سے ان کی طرف بڑھتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ خیال بڑے بڑے شہروں مثلاً لندن کے کسی رہنے والے پر تو خاص طور پر منطبق ہو سکتا ہے۔ وہ ہر صبح اپنی ریل گاڑی، یا بس، یا ٹرام کے لئے قریب ترین راستہ اختیار کرتا ہے اور یہ کبھی نہیں سوچتا کہ جن راستوں سے وہ گذر رہا ہے ان کی داستان ماضی کسی اور تاریخ سے کم دلچسپ نہیں ہے وہ شام کو بھی اسی قریبی راستے سے واپس ہوتا ہے۔ اگر وہ اتوار کو کہیں باہر نکلتا ہے تو سیر پہاڑیوں یا گولف کورس کا قریب ترین راستہ لیتا ہے وہ اپنی اس روزمرہ کی فضا سے باہر ہونے پر خوش ہوتا ہے، جس سے وہ اس لئے متنفر ہے کہ اسکی جیسی اعلیٰ دماغ شخصیت کے لئے وہ پامال اور دلچسپیوں سے محروم ہے"

جو انشا پرداز غیبی الہاموں کے منتظر بیٹھے رہے کامیاب مصنفوں کی فہرست میں شاید ہی شامل ہو سکے صرف اس ہم پر اڑے رہنا کہ میں اسوقت تک نہیں لکھوں گا جب تک طبیعت لکھنے کی طرف مائل نہ ہو بہت سے ایسے زریں موقعوں کو کھو دینا ہے جو موقع بموقع مناسب مضمونوں سے آپ کی ضیافت کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک کوئی شخص وقت پر مناسب

موضوعوں سے مستفید ہونا نہ سیکھے انشا پردازی میں مقبولیت اور ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے خاص خاص لمحے، گھڑیاں اور گھنٹے ہی ہوں گے جن میں آپ زیادہ سہولت اور شگفتگی کے ساتھ تخلیقی کام کر سکتے ہیں۔ ایسے اوقات میں ممکن ہے ناشتہ سے قبل یا رات کے کھانے کے بعد کا وقت زیادہ اہمیت رکھتا ہو۔ بہرحال آپ اپنے حالات اور طبیعت کے مناسب کسی وقت کا انتخاب کر کے جہاں تک ہو سکے اسکو لکھنے کے لئے مخصوص کر لیجئے۔ لیکن یہ بھولئے نہیں کہ ایسے موقعے بھی پیدا ہوں گے جب کہ آپ کو دن یا رات کی کسی اور گھڑیوں میں بھی ادبی کام کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ ان کیلئے تیار رہیئے۔

اگر آپ مستقل اور مکمل تصنیف پیش کرنا چاہتے ہوں، اگر آپ کا خیال ہو کہ جلد سے جلد اپنے ہم چشموں اور ہم مشق انشا پردازوں میں سب پر سبقت لے جائیں اور اگر آپ اپنی نامعلوم قوتوں سے پورا فائدہ اٹھانے کے خواہشمند ہوں تو آپ کو چاہئے کہ اپنے تئیں جگہ اور وقت میں مقید نہ کر لیں بلکہ ہر جگہ اور ہر وقت کام کر سکنے کی عادت پیدا کریں۔

ایک عرصہ تک بارہا تجربہ کر کے اس امر کا اندازہ لگائیے کہ آپ روزانہ اوسطاً کتنا لکھ سکتے ہیں۔ اگر آپ محسوس کریں کہ یہ اوسط ناکافی ہے تو ایک کم سے کم مقدار مقرر کر لیجئے، اور تہیہ کیجئے کہ جب تک اتنا نہ لکھ لیں نہ اٹھیں گے۔ ساتھ ہی انسانی کمزوریوں کو بھی ملحوظ رکھئے۔ روزانہ کے کام کا معیار اور اپنی تحریر کے صفحات کی تعداد بہت زیادہ مقرر نہ کیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناقابل عمل خیال کو پورا کرنے کی کوششوں میں ہر روز جو زحمت اور اکثر دفعہ ناکامی ہو گی وہ آپ کی خود اعتمادی کو نقصان نہ پہنچائے۔

اگر آپ تین ماہ تک ایک مناسب نظام العمل کی پابندی کرنے کا ارادہ کرلیں اور اسمیں ناکام نہ ہیں تو آپ اپنی تحریری پیداوار، اور اپنے قلم کی قوتوں کی فراوانی سے اس قدر مسرور ہوں گے کہ پھر کبھی وہ دقیانوسی اور منحوس خیال آپ کی توجہ حاصل نہ کرسکے گا کہ......... جب دل چاہا کام کیجئے، جتنا لکھ سکیں لکھئے، اور ہمیشہ ایک غیبی الہام کے منتظر رہئے تاکہ آپکی طبیعت پر لکھنے کی کوئی خاص کیفیت طاری ہو۔

صحیح کامیابی اور سچی مسرت صرف کام ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ اور کہنہ مشق شاعروں اور ادیبوں کو بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ بغیر کام اور محنت کے کوئی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جدید ترین انکشافات میں بھی کوئی ایسی کل ایجاد نہیں ہوی ہے جسکی وجہ سے بغیر کام اور محنت کے کوئی مضمون یا افسانہ تو کجا معمولی سی تحریر ہی تیار ہوسکے۔

یہ ممکن ہے کہ آپ کے بعض ساتھیوں یا آپ سے کم اہلیت رکھنے یا کم کام کرنے والونکو آپ سے زیادہ شہرت اور کامیابی حاصل ہوگئی ہو۔ مگر آپ اپنی موجودہ حالت سے بھی مایوس نہ ہوجائیے۔ اکثر دفعہ دیکھا گیا ہے کہ جو چیز دیر سے حاصل ہوتی ہے وہ دیر تک باقی رہتی ہے۔ اگر آپ اپنے اُن ساتھیوں بلکہ بزرگوں کے حال پر ایک نظر ڈالیں جو آپ سے زیادہ کام کرنے اور آپ سے زیادہ اہل ہونے کے باوجود آپ کے جیسا ایک بھی مضمون یا افسانہ نہیں لکھ سکتے تو آپ اپنی حالت اور مقبولیت کو حد درجہ غنیمت سمجھیں گے۔ کبھی تصویر کے صرف ایک رخ پہ نظر نہ رکھئے۔

خلوص سے کیا ہوا اور اچھا کام کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔ آپ کے کام کا سب سے بڑھکر انعام خود "آپ کا کام" ہے کیا یہ کوئی ادنیٰ کامیابی ہے کہ آپ کام کرتے ہیں آپ کا

مقصد پورا ہوتا ہے، آپ کے خیال کی تکمیل ہوتی ہے، آپ کے خواب صحیح نکلتے ہیں اور آپ کے اُس ذرا سے ذہنی ارادہ کو جس کی تکمیل کا آغاز نہایت معمولی حیثیت سے ہوا تھا خاص شکل وصورت حاصل ہو جاتی ہے، اُس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور آخر کار وہ دوسروں کے قلوب کو گرمانے اور دماغوں کو غذا اور تقویت پہنچانے کیلئے باقی رہ جاتا ہے۔

ضمیمہ

مضمونوں کے موضوع

اس کتاب کی دوسری فصل "کیا لکھیں" میں صفحہ ۲۰ پر مضمون نگاری کیلئے موضوع حاصل کرنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حسب ذیل چارسو (۴۰۰) عنوانات پیش کئے جاتے ہیں جو تخیل سے کام لینے والے انشاپرداز کے لئے بہترین سے بہترین مضامین کے موضوع بن سکتے ہیں۔ ان عنوانات پر ہر شخص ایک ہی طرح کا مضمون نہیں لکھ سکتا۔ جتنی کسی شخص کی ذاتی معلومات زیادہ ہوں گی اور قوت تخیل ملند پرواز ہوگا اتنا ہی اس کا مضمون وسیع، مفید اور دلچسپ ہوگا ان عنوانات کے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ ایک ایک لفظ پر غور و خوض کرنے سے کتنے عنوان بن سکتے ہیں! اگر آپ کسی لغت پر صحیح طریقہ سے نظر ڈالیں تو اس قسم کے سینکڑوں عنوان خود مہیا کرسکیں گے۔

آداب ۔ آدابِ مجلس ۔ آدابِ مشاعرہ ۔ جب آپ کھاتے پر ہوں ۔ شخصرانہ میں ۔ روایات کی پابندی ۔ دفتری آداب ۔ کھیل میں ۔

آمدنی۔ خاندانی جائدادیں۔ کسب کمال۔ آمدنی کا بہترین مصرف۔ دنیا کا سب سے مالدار انسان۔
احتیاط اور ترقی۔ جز معاش آدمی۔ بیوی کی آمدنی۔ رشوت۔ روپیہ کی گرمی۔ ناجائز آمدنی۔

آنکھ۔ آنکھوں سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ آپ کہاں تک دیکھ سکتے ہیں۔ آنکھ بچانا۔ نظر کیسے لگتی ہے۔
آنکھ مارنے کا اثر۔ پتلیوں کے رنگ اور کردار۔ آنکھ کا جادو۔ آنکھوں کی حفاظت۔

آواز۔ آواز کا اثر۔ آواز اور کردار۔ زریں آواز (سینما کے ایکٹروں کی آمدنی) مشہور مقرروں کی آوازیں۔
رکارڈ کیسے بنتے ہیں۔ جانوروں کی آوازیں۔ راستہ کی آوازیں۔

ایجاد۔ سب سے زیادہ مفید ایجاد۔ کیا جدید ایجادات سے انسان کو آرام ملا۔ جدید معجزے۔ اتفاقی ایجادات
موجدوں کی قسمیں۔ دنیا کا مستقبل۔ ایجادِ بندہ۔

بچہ۔ بچہ کی تربیت۔ غبی بچے۔ کیا بچپن کی خوشیاں قابل رشک ہیں۔ مُسن بچے۔ بچوں کی حکومت۔
بچوں کو کس طرح خوش رکھیں۔ کیا پہلا بچہ خراب نکلتا ہے۔ بچوں کے دانتوں کی حفاظت۔ اکلوتا بچہ۔

پُل۔ دنیا کا سب سے بڑا پل۔ ہمارے شہر کے پُل۔ بھری ندی پر پل بنانا۔ پل پر کسی جگہ لوگ کیوں جمع ہوتے ہیں

پھول۔ عورت پھول سے کیوں خوش ہوتی ہے؟ پھولوں کے نام۔ گلاب کی قسمیں۔ پھولوں کی آرائش۔
پھولوں کی حفاظت۔ میرا محبوب پھول۔ پھولوں کے رنگ۔ پھول اور جذبات۔

پیشہ۔ آبائی پیشہ۔ عورتوں کے لئے پیشے۔ کاروباری آدمی۔ تجارت کی دلچسپیاں۔ پیشہ سے وابستگی۔
سب سے اچھا پیشہ۔ پیشہ ور آدمی۔ پیشہ وروں کی زبان۔ پیشہ اور کردار۔

پینا۔ شراب کی شناخت۔ چائے کی عادت۔ مشہور چائے پینے والے۔ بے ضرر مشروبات۔ شربتوں کے فوائد۔
کافی بہتر ہے یا چائے۔ نشہ کی پہلی علامت، شرابی شوہر۔ شربت بنانے کے طریقے۔

تجربہ۔ آزمائے کو آزمانا۔ تجربہ کار لوگ۔ ملازمت کی شرائط۔ میرا دلچسپ تجربہ۔ تجربہ کی درسگاہ۔
بعض تلخ تجربے۔ سیر و سیاحت۔

تعلیم - موجودہ تعلیم کے نقائص۔ تعلیم کو دلچسپ بنانے کے طریقے۔ صحیح تعلیم کسے کہتے ہیں؟ بچے جو نہیں پڑھتے۔
خانہ داری کی تعلیم۔ بوڑھوں کی تعلیم۔ شادی کے بعد کی تعلیم۔

جرم - مشہور قید خانے۔ مشہور جرائم پیشہ۔ جدید ترین جرم۔ چوروں کی حفاظت۔ جرائم کا انسداد
خفیہ پولیس کی کامیابیاں۔ کیا بعض انسان جرائم پیشہ پیدا ہوتے ہیں۔ خالی تجوریاں۔ مہذب ڈاکو۔

چائے - چائے خانہ۔ چائے خانوں کی گپ۔ چائے خانہ کی آمدنی۔ کیا چائے نوشی مضر ہے؟ بہترین چائے
چائے کی تاریخ۔ چائے خانوں کی تباہ کاریاں۔ چائے خانہ ایک درسگاہ ہے۔

چھٹیاں - پرلطف چھٹیاں۔ چھٹیوں کے دوست۔ چھٹیاں منانا ایک فن ہے۔ چھٹیوں کے مخالف۔
(وہ مشہور اور بڑے لوگ جو چھٹیاں نہیں مناتے) چھٹیوں کے خطرے۔ سیر و سیاحت۔ گھر کا آرام

چہرہ - خاص خاص پیشہ وروں کے چہرے۔ چہرہ بنانا۔ چہرہ کی احتیاط۔ آپ کا آئینہ کیا کہتا ہے؟
چہرہ اور کردار۔ حسین چہرے۔ مردانہ چہرہ۔

حادثہ - مشہور حادثے۔ بال بال بچنا۔ مہلک سڑکیں۔ صبا رفتار سواریاں۔ روزمرہ کے حادثے۔ حادثوں کے وقت
(اکثر حادثے خاص خاص معین اوقات میں ہوتے ہیں) حادثہ کے بعد۔

حیوانات - حیوانوں کے جذبات۔ حیوان ظریف۔ کیا حیوانوں میں ظرافت ہوتی ہے؟ وحشی جانور۔ خطرناک شکار
سب سے خوشنما حیوان۔ حیوانوں کی شکر گزاریاں۔ مقبول حیوان۔

خط - خط اور کردار۔ خطوط نویسی اور شخصیت۔ بیوی کے خطوط۔ کاروباری خطوط۔ مشہور آدمیوں کے عشقیہ خطوط
بچوں کے خطوط۔ عجیب غریب اسٹامپس۔ خطرناک خطوط۔ ہمارے ملک کے اسٹامپس۔ خوشخطی

دربار - دربار کے آداب/ درباریں۔ قدیم دربار۔ مغلیہ دربار۔ دربار داری۔

دفتر - دفتر کی دوستی۔ دفتر کے آداب۔ دفتری آدمی۔ دفتری عادتیں۔ خانگی دفاتر۔ ترقی کے مستحق۔
دفتری ترقیاں۔ سفارشیں۔ تقرر کے وقت۔ حکام کی نازبرداری۔ دفتری کام۔

دلہن ۔ حجلۂ عروسی ۔ دلہن کا لباس ۔ گریۂ کشتن روزِ اول ۔ جدید دلہنیں ۔ دلہن کی آرائش ۔

دماغ ۔ کس طرح سوچیں ۔ دماغ کی تربیت ۔ دماغی قوتوں سے استفادہ ۔ غور و فکر کی عادت ۔ مشہور مفکرین

دن ۔ دن کا بہترین وقت ۔ پرسوں ۔ دن کو سونا ۔ منحوس دن ۔ گزرا ہوا دن ۔ دن گزارنا ۔

دوستی ۔ سچی دوستی ۔ دوستی کے ضرر ۔ راستہ کے دوست ۔ مطلب کے دوست ۔ کون لوگ دوست نہیں بن سکتے ۔ دوست یا شناسا ۔ لنگوٹی آشنا ۔ بعض مشہور دوستیاں ۔ خطرناک دوستیاں ۔

ڈاکٹر ۔ ڈاکٹروں کے راز ۔ نیم حکیم ۔ بے درد ڈاکٹر ۔ کیا عورتیں زیادہ ہمدرد ڈاکٹر بن سکتی ہیں؟ ڈاکٹر کی آمد سے قبل ۔ ڈاکٹروں سے پرہیز ۔ ڈاکٹری دوائیں ۔

زبان ۔ دنیا کی زبانیں (ان کی تعداد اور خصوصیتیں) زبان کس طرح سیکھیں؟ اہلِ زبان غیر زبان کیوں سیکھیں؟ آسان ترین زبان ۔ بعض دلچسپ زبانیں ۔ زبان کس کو کہتے ہیں؟

زندگی ۔ کون لوگ زیادہ جیتے ہیں ۔ زندگی سے لطف اٹھانا ۔ کامیاب زندگی کے راز ۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے

سڑک ۔ ربر کی سڑکیں ۔ ہمارے شہر کی سب سے بڑی سڑک ۔ قدیم سڑکیں ۔ خطرناک سڑکیں ۔

سفر ۔ دنیا کی بہترین تفریح گاہیں ۔ سفر میں کن امور کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے ۔ دنیا کے مشہور سیاح ۔ کیا سفر کرنے والے زیادہ زندہ رہتے ہیں ۔ سفر کی سہولتیں ۔

سونا ۔ کتنی دیر سونا چاہئے؟ آپ خواب کیوں دیکھتے ہیں؟ صبح خیزی ۔ خوفناک خواب ۔ سوتے میں کام کرنا

شادی ۔ عورتیں کیوں شادی کی خوشیاں مناتی ہیں ۔ شادی کے رسوم ۔ شادی کے بہترین تحفے ۔ کیا بیویاں محکوم ہیں ۔ بیواؤں کی شادیاں ۔ جہیز ۔ شادی کی ضرورت ۔ شادی کی بہترین عمر

شہر ۔ ہندستان کا سب سے خوبصورت شہر ۔ شہروں کی آب و ہوا ۔ شہری انسان بہتر ہوتے ہیں یا دیہاتی؟ ہمارے شہر کی چہل پہل ۔ شہر کا مرکز ۔ شہروں کی آبادیاں ۔

شوہر ۔ بہترین شوہر ۔ خاموش شوہر ۔ کس پیشہ کا آدمی بہترین شوہر ہو سکتا ہے ۔ جھگڑالو شوہر ۔

محتاط مرد اور مسرف بیویاں۔ شوہر کی تلاش۔

صحت۔ صحت کس طرح قائم رہتی ہے؟ کاروبار اور صحت۔ ورزش کس بات کی علامت ہے؟
صحت اور کام۔ روحانی صحت۔ صحتمند لوگ۔

عشق۔ کیا عشق دیرپا ہے؟ جدید طرز کی عاشقی۔ کیا پہلا عشق بہترین ہوتا ہے؟ عشق اور شادی۔
عشقیہ خطوط۔ زبانِ عشق۔ عشق اور شہوت۔

عمارت۔ ہندوستان کی قدیم ترین عمارت۔ ہمارے شہر کی سب سے خوبصورت عمارت۔ جدید طرز کی عمارتیں
اپنا گھر بنانا۔ محفوظ عمارتیں۔ مشہور معمار۔ فری میسن کے اسرار۔

عمر۔ عمر کا بہترین زمانہ۔ ساٹھا پاٹھا۔ ہاتھ کی لکیروں سے عمر معلوم کرنا۔ خطرناک عمر۔
جوانی دیوانی۔ منحوس سال۔ عمر کیسے بڑھتی ہے؟

فیشن۔ فیشن کے غلام۔ عورتوں کے فیشن۔ فیشن کی تبدیلیاں۔ جدید ترین فیشن۔

کام۔ بڑے آدمیوں کے کام (یعنی وہ کس طرح کام کرتے ہیں) آج کا کام۔ سچا کام۔ پیشے اور کام۔
کام کرنے والی بیویاں۔ کام کی عادت۔ کامیاب آدمی۔

کتابیں۔ کونسی کتابیں زیادہ فروخت ہوتی ہیں؟ دس بہترین کتابیں۔ ہمارا سب سے بڑا شاعر۔
چھٹیوں کی کتابیں۔ بچے کیا پڑھتے ہیں۔ خریدنے کے قابل کتابیں۔ کتابوں کی حفاظت۔

کردار۔ خط اور کردار۔ چہرہ اور کردار۔ آپ کس طرح چلتے ہیں؟ (چال سے کردار معلوم کرنا)
لباس اور کردار۔ جدید طرز کے کردار۔ اسلوب اور کردار۔ کردار بنانا۔

کلب۔ کلب باز آدمی۔ محدود کلب۔ عورتوں کے کلب۔ کلبوں کے خاص خاص رسوم۔ کلب کی پابندی۔

کھانا۔ سادہ غذا۔ بہترین ناشتہ۔ دوپہر کے کھانے کے بعد۔ گرمیوں کی غذا۔ سردیوں کے کھانے۔
غذا اور کردار۔ ہاضمہ کا خیال۔ آپ کا ذوق طعام۔ کیا ہم مناسب غذا کھاتے ہیں۔ غذا اور عمر۔

کھیل۔ بہترین کھیل (کونسا ہے) بارش کے کھیل۔ مدرسہ کے کھیل۔ کھیلوں کی تاریخ۔ کھیل کا فلسفہ۔
جدید ترین کھیل۔ کھیلوں کے مختلف اثر۔ مشہور کھلاڑی۔

گفتگو۔ فن گفتگو۔ عورتیں کیا گفتگو کرتی ہیں؟ زہریلی زبانیں (فتنہ بپا کرنے والے لوگ اور اُن کے
طریقے)۔ بہترین گفتگو کرنے والے۔ سلیقۂ گفتگو۔ گفتگو کے راز۔

لباس۔ قدیم و جدید فیشن۔ کیا عورتیں مردوں کو خوش کرنے والا لباس پہنتی ہیں؟ گھر کا لباس۔
گرم کپڑے۔ لباس کا ذوق۔ کیا رفتہ رفتہ لباس ترک ہو جائے گا؟

مدرسہ۔ مدرسہ کا انتخاب۔ مخلوط تعلیم۔ مدرسہ کا نظم۔ کیا مدرسہ کا زمانہ واقعی مسرت آگیں ہے؟
بہترین مدرسے۔ عورتوں کے مدرسے۔ مدارس شبینہ۔ مدرسہ اور تربیت۔

مستقبل۔ مشہور پیشین گوئیاں۔ سائنس اور دنیا کا مستقبل۔ نجومی۔ مرد آخر بیں۔ مستقبل کے آدمی۔

مشغلہ۔ آپ کا محبوب مشغلہ۔ مشہور آدمیوں کے محبوب مشغلے۔ شوہر کے لئے خانگی مشغلہ۔ بچوں کے مشغلے
عورتوں کے مشغلے۔ باغبانی۔ مرغبانی۔ مشغلۂ بیکاری۔

موسم۔ بہترین موسم کونسا ہے۔ موسم بہار۔ باد شمال۔ جاڑوں کی راتیں۔ موسم کیسے بدلتے ہیں؟
موسموں کی پیشین گوئیاں کس طرح کی جاتی ہیں؟ موسم کا اثر منافع پر۔ موسم اور صحت۔

موسیقی۔ مشہور موسیقی داں۔ موسیقی کی تاریخ۔ کیا موسیقی ہاضمہ کی موید ہے؟ موسیقی کا بہترین
طریقہ۔ بہترین باجا۔ موسیقی اور قسمت۔ موسیقی سیکھنا۔ مغربی اور مشرقی موسیقی کا فرق۔

موقع۔ موقع کیا ہے؟ موقع کھونا۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ ترقی کا راز۔ بے موقع باتیں۔

مہمان۔ طفیلی مہمانوں کی قسمیں۔ بدتمیز مہمان۔ جب آپ میزبان ہوں۔ مہمان کی مدارات۔
مہمانی کے آداب۔ مہمان خانہ۔ مہمانوں کا انتخاب۔

نام۔ نام کیا ظاہر کرتے ہیں؟ بچہ کے نام کا انتخاب۔ محلوں اور گلیوں کے نام اور اُنکی تاریخ۔

نام کس طرح یاد رکھیں؟ نام کس طرح جاری ہوئے۔ آپ دستخط کس طرح کرتے ہیں؟ جعلی دستخط۔

وعدہ ۔ وعدہ شکنی۔ ایفائے عہد۔ مشہور پیماں شکن۔ وعدہ کی نفسیات۔

ہوا ۔ بہترین ہوا۔ ہوائی تماشے۔ ہوائی جہاز کا مستقبل۔ کھلی ہوا کے ذریعہ علاج۔
ہوا اور حسن۔ مضر ہوائیں۔ مشہور ہوا باز۔

یاد ۔ بچپن کی یاد۔ دوستوں کی یاد۔ مشہور یادداشتیں۔ یادگار دن۔ کمزور حافظے۔ یاد آنے والی باتیں۔ یاددہانی۔ یادگار زمانہ

اِشاریہ

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زورؔ کی دوسری کتابیں

اردو کے اسالیب بیان
طبع سوم معہ ترمیم

اردو نثر نگاری کی تاریخ جس میں آغاز سے عہد حاضر تک کے اردو انشا پردازوں کی نثر پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے موجودہ نثر نگاروں کے اسالیب پر جداگانہ اور مستقل رائیں۔ اردو نثر کے رجحانات اور اس کے مستقبل کے متعلق مشورے۔

اردو شہ پارے
معہ تصاویر

آغاز سے ولی اورنگ آبادی تک کے اردو ادب (نثر و نظم) کے متعلق جدید ترین تحقیقات اور ادبی پیداوار کے تفصیلی نمونے جو یورپ اور ہندوستان کے متعدد کتب خانوں کے نایاب قلمی نسخوں سے منتخب کئے گئے ہیں۔ قدیم الفاظ کی فرہنگ، شاعروں کی تصویریں۔ اور مفید ضمیمے

روح تنقید
طبع سوم معہ ترمیم

علمی و ادبی تنقید نگاری کے اصول و ضوابط۔ یورپ و ایشیا میں تنقید کے ارتقا اور اردو تنقید نگاروں کے فرائض اور ذمہ داریوں پر بحث کی گئی ہے۔

تنقیدی مقالات
طبع دوم معہ اضافہ

اعلےٰ اصول تنقید کی وضاحت کے لئے اردو کے بہترین ادبی کارناموں پر تفصیلی تنقیدیں میر، میر حسن، انیس، حالی، کیفی حیدرآبادی، اردو کے پیام گو شعرا، اکبر، اقبال، باغ و بہار و فسانہ عجائب اور دیگر متعدد موضوعوں پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے۔

ہندوستانی صوتیات
معہ تصاویر

(انگریزی میں مطبوعہ پیرس) زبان اردو کا صوتی تجزیہ و تشریح جو پیرس یونیورسٹی کے مشہور ادارہ صوتیات میں قریب دو سال تک عملی تحقیقات کرنے کے بعد مرتب کیا گیا ہے جدید ترین عملی صوتیاتی آلوں وغیرہ کے نتائج کے فوٹو اور نقشے بھی شامل ہیں۔

ہندوستانی لسانیات
معہ نقشہ جات

حصۂ اول:۔ علم لسانیات کے مقاصد، فوائد۔ تاریخ، زبان کی ماہیت، ارتقا اور تشکیل دنیا کی زبانیں۔ انکی تقسیم، خاندان ہندوستان کی زبانیں۔ (حصۂ دوم) اردو کا آغاز ارتقا، ادبی بولیاں، ہمہ گیری، اردو ہندی کا جھگڑا، اردو کے جدید رجحان اور ضرورتیں

عہد عثمانی میں اردو کی ترقی

گذشتہ پچیس سال سے حیدرآباد میں اردو زبان و ادب کی نشو و نما کا تذکرہ۔ حصہ اول:۔ شعرا اور مصنفین، انجمنیں، اخبار و رسائل، جامعہ عثمانیہ کی تشکیل دارالترجمہ کا قیام۔ حصہ دوم:۔ بعض کی انفرادی کوششیں، اجتماعی مساعی۔ حیدرآباد میں اردو کی وسعت، حیدرآباد کے باہر اردو کا استحکام، ضمیمے۔

ذرم ٨٠٨٤٦

رضوان

٣٢ م ٦٩

Date	No.	Date	No.